SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Wednesday, December 28, 1994

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty four minutes past ten in the morning with Mr. Chairman (Mr. Wasim Sajjad) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بسم الله الرحمن الرحيم

يايهاالذين امنو من يرتد منكم عن دينه فسوف ياتى الله بقوم
يحبهم و يحبونه اذلة على المومنين اعزة على الكفرين
يجاهدون فى سبيل الله ولايخافون لومة لائم ذلك فضل الله
يوتيه من يشاء والله واسع عليم

ترجمہ: اے ایمان والو اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو خدا ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں۔ خدا کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔ یہ خدا کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور خدا بڑی کشائش والا (اور) جاننے والا ہے۔

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Wednesday, December 28, 1994

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at thirty four minutes past ten in the morning with Mr. Chairman (Mr. Wasim Sajjad) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یایھاالذین امنو من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم
یحبہم و یحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکفرین
یجاھدون فی سبیل اللہ ولایخافون لومۃ لائم ذلک فضل اللہ
یوتیہ من یشاء واللہ واسع علیم

ترجمہ: اے ایمان والو اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو خدا ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں۔ خدا کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔ یہ خدا کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور خدا بڑی کشایش والا (اور) جاننے والا ہے۔

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین ۔ leave applications جی۔ سید اقبال حیدر صاحب ایک سرکاری وفد لے کر ملک سے باہر جا رہے ہیں اس لئے مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۹۴، تا ۹ جنوری ۱۹۹۵، کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ منظور ہے جی؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین ۔ مخدوم سید حامد رضا گیلانی صاحب نے مورخہ ۴ تا ۷ دسمبر ۱۹۹۴، اور یکم تا ۲ جنوری ۱۹۹۵، کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ منظور ہے جی؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین ۔ جہانگیر بدر صاحب مورخہ ۲۶ دسمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے۔ اس لئے انہوں نے اس تاریخ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ منظور ہے جی؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین ۔ اچھا جی Privilege Motions جی چودھری شجاعت حسین صاحب۔

PRIVILEGE MOTION: Re: TRAILING OF A SENATOR BY THE PERSONNEL OF INTELLIGENCE AGENCIES:

چوہدری شجاعت حسین ۔ جناب والا' میں ایوان کی توجہ بطور سینیٹر ایک ایسے معاملے کی طرف دلانا چاہتا ہوں جس کا تعلق میرے استحقاق سے ہے۔ میں ان دنوں اڈیالہ جیل سے سینٹ کے اجلاس میں شرکت کے لئے لایا جاتا ہوں۔ راولپنڈی پولیس جہاں لا کر پارلیمنٹ کے گیٹ پر مجھے Sergeant at Arms کے حوالے کر دیتی ہے ۔ تاہم پارلیمنٹ کی عمارت کے اندر Intelligence کے دو آدمی ہر وقت میرے پیچھے لگے رہتے ہیں اور ان لوگوں کے نام نوٹ کرتے رہتے ہیں جو مجھ سے ملاقات کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ کیفے ٹیریا میں بھی میرے پیچھے جاتے ہیں۔ اس طرح میرا استحقاق مجروح ہو رہا ہے۔ لہذا میری استدعا ہے کہ ایوان کی معمول کی کارروائی روک کر اس مسئلے پر بحث کی جائے۔

Mr. Chairman: Is it being opposed?

Mian Raza Rabbani: Sir, I would very humbly submit that the privilege motion that has been read out essentially does not concern the Government. It is something which is to be dealt with by the Chair itself and if the Chair is of the view that it should be sent to the Committee, it may be sent.

جناب چیئرمین! نہیں سوال تو یہ ہے کہ (کمیٹی کو تو بعد میں بھیجیں گے) ہمطے جائیں کہ یہ اگر trailing کر رہے ہیں توہاؤس کے اندر trailing کرنا کیا مناسب ہے

Why do you want to go to Committee etc?. Why did you say

کہ جی مناسب نہیں ہے ہم نہیں کرتے ہیں۔

Mian Raza Rabbani: Sir, I would just very humbly submit

جناب چیئرمین، دیکھیں ایوان کے اندر ایک ممبر آتا ہے کارروائی میں حصہ لینے کے لئے اس کو----

trailing by Intelligence Agencies specially inside the House, you know, I would say not desirable. Why do not we finish it in the office?

اس کو کمیٹی میں بھیجنے کا کیا فائدہ ہو گا؟

Mian Raza Rabbani: Sir, I would just draw your attention to one thing that the privilege motion states that within the precincts of the Senate this happened. I would humbly submit that within the precincts of the Senate, it is the jursidiction of the Chairman and rule 49 is very clear on that. Who can come into the Senate precincts, who can not come into the Senate precincts is a matter which is essentially controlled by the Secretariat of the Senate. So, therefore, if there is such a complaint and investigation is to be held whether such people are ..

(interruption)

جناب چیئرمین۔دیکھیں نا پہلی چیز تو یہ ہے کہ آپ نے صحیح فرمایا یہاں دو چیزیں ہو گئی ہیں ایک تو یہ ہے۔

Whether it is desirable that a member of Parliament who is attending the Parliament and he is in the custody of the Parliament Police, whether he should be trailed by Intelligence agencies? Is it not a check on his free-movement inside the House on his freedom of speech inside the presincts of the building and No.2, you quite rightly say that it is the discretion of the authority of the Chairman to allow anybody inside or not? Now, the question of allowing intelligence people to come inside the House, I do not know unconsciously somebody has done it, we do not allow that but before we come to that stage why do not you ask the Ministry conerned?

کہ جی آپ نے کوئی ایسی اجات دی ہے؟ اگر دی ہے تو مہربانی کر کے اس کو واپس لیا جائے اور کم از کم primses کے اندر ایک member of Parliament کو آزادی سے گھومنے کی اجازت دے دیں۔ افضل خان صاحب کو بھی سن لیں۔

محمد افضل خان۔ اس point پر میں عرض کروں۔ چونکہ حکومت یہ ذہن رکھتی ہے کہ یہاں precincts of the Senate میں چیئرمین اور سپیکر کی اتھارٹی کے علاوہ کوئی اور اتھارٹی نہیں آ سکتی۔ گورنمنٹ اس پر بالکل واضح ہے اور اسی وجہ سے گورنمنٹ نے تفتیش بھی کی ہے جو concerned officers اس میں آتے ہیں ان کا جواب یہ ہے کہ ہماری طرف سے، IntelligenceBureau کی طرف سے نہ ہم دے سکتے ہیں نہ ہم نے دیا ہے۔اگر کوئی ایسا شخص ہو تو جیسا رضا ربانی نے عرض کیا تھا اور میں بھی عرض کر رہا ہوں کہ ہم ہاں یا نہ اس خاطر نہیں کہہ سکتے کہ ہاں نہ کہنے میں بھی ہم یہ ثابت کریں گے کہ ہماری authority ہو سکتی ہے گورنمنٹ کی نہیں ہو سکتی بغیر چیئرمین اور سپیکر کی authority کے۔ اور ہم نے یہ تفتیش کی ہے۔آفیسر نے categorically یہ کہا ہے کہ ہماری طرف سے کوئی ایسا سوال ہی نہیں ہو سکتا ہم اسمبلی کے اندر جو ہیں -----

جناب چیئرمین۔ جی جناب چوہدری صاحب۔

چوہدری شجاعت حسین۔ جناب والا! مسئلہ یہ نہیں مسئلے دو ہیں ایک تو جس بات پر وزراء صاحبان زور دے رہے ہیں وہ ٹھیک ہے کہ precincts کے اندر آپ کی اجازت ہی سے کوئی آسکتاہے میرا کہنا یہ تھا کہ وہ مجھے chase کرتا ہے۔

جناب چیئرمین۔ آج بھی آئے ہوئے ہیں؟

چوہدری شجاعت حسین۔ سر میری گزارش سنیں سارجنٹ صاحب یہاں پر موجود ہیں۔ left hand کے اوپر باہر آپ آدمی بھیجیں اس گیٹ کے اوپر! باہر ایک چھوٹی سی داڑھی والا آدمی اگر نہ کھڑا ہو تو پھر تو مجھے کہیں اور اگر کھڑا ہو تو پھر وزراء صاحبان کیا کہیں گے اس کا نام پتہ کرلیں اس کو اندر بلالیں یہ تو ایسی بات ہے جناب والا! جو ثبوت کے ساتھ موجود ہے

Mr. Chairman: In view of the statement of the Government, I direct that if there are any such persons, they should be removed from the premises of the Senate and they should not be allowed to come here. So, we finish with that.

چوہدری شجاعت حسین۔ لیکن یہ جو کہہ رہے ہیں وہ غلط کہہ رہے ہیں۔ کیونکہ میں نے تو دیکھا ہے۔

جناب چیئرمین۔ ہو سکتا ہے کوئی غلط فہمی ہو لیکن اگر نیت ٹھیک ہے، گورنمنٹ نہیں چاہتی، میں بھی نہیں چاہتا، آپ بھی نہیں چاہتے تو پھر جھگڑا کیا ہے۔ اگر کوئی اسی چھوٹی داڑھی والا آدمی ہے تو اس کا مہربانی کر کے پتہ کریں کوئی ایسے لوگ ہیں۔ جی حافظ صاحب۔

حافظ حسین احمد۔ جناب میں کہہ رہا ہوں ویسے ہی چپے چپے پر ایجنسی کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں یہاں پر اور جس جس دروازے سے آپ نکلیں گے وہاں تین چار کھڑے ہوتے ہیں۔

جناب چیئرمین۔ بہر حال جی اگر آپ میری توجہ اس طرف چاہیں گے تو میں اس کو دیکھ لوں گا۔

حافظ حسین احمد۔ میں گزارش کروں گا پارلیمنٹ کے دیگر ارکان ہیں وہ تو گرفتار نہیں ہیں لیکن اگر وہ بھی کسی اخبار نویس سے بات کرنا چاہتے ہیں تو دو کھڑے ہو جاتے ہیں

آپ ان سے پوچھیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم سپیشل برانچ کے ہیں۔ کس کس برانچ کے لوگ یہاں پر ہیں۔ چیئرمین صاحب آپ تحقیق کریں اس وقت کہ ہمارے پارلیمنٹ میں اس وقت ۱۷ ارکان ہیں اور میرے خیال میں ۷۰ حضرات Intelligence Agency کے اس پارلیمنٹ کی عمارت میں ہوں گے۔

جناب چیئرمین۔ نہیں تو وہ کیا دیکھتے ہیں یہاں پر کیونکہ ہماری debates جو ہوتی ہیں وہ open ہوتی ہیں، جو آپ بیان دیتے ہیں اخباروں کو، وہ سارے اخباروں میں چھپتے ہیں تو Intelligence والے کیا کرتے ہیں یہاں پر؟

(مداخلت)

Mr. Chairman: No, but you see, I agree with you.

لیکن پتہ نہیں ان کے ذہن میں کیا ہوتا ہے کہ جی نوکری بنا رہے ہوتے ہیں ۔

What is secret in this House?

چوہدری محمد انور بھنڈر۔ جناب چیئرمین ! میں عرض کروں کہ intelligence والے اگر یہاں آتے ہیں یہاں آدمی آ سکتا ہے. جناب کی اجازت سے یا ہم لوگ اگر پاس دیں۔ ظاہر ہے کہ intelligence والوں کو ہم لوگ تو پاس ایشو نہیں کرتے اور جناب بھی یہ نہیں کہتے کہ intelligence والو آؤ ۔ انہی کے کہنے کے مطابق آتے ہیں یہ لوگ۔ اس کے متعلق جناب یہ دریافت کر لیا جائے کہ کیسے ان کو یہاں لاتے ہیں۔

جناب چیئرمین۔ بہر حال افضل خان صاحب آپ پتہ کریں کہ یہ کون لوگ ہیں یہ داڑھی والے ۔

جناب محمد افضل خان۔ جناب ہم ضرور پتہ کریں گے اور میں categorical یہ عرض کرتا ہوں چیئر کے سامنے کہ۔۔۔

جناب چیئرمین - نہیں جی I know کیونکہ there is nothing secret in this House جو بات ہوتی ہے سامنے ہوتی ہے اخبار کے سامنے بات ہوتی ہے ساری دنیا میں چھپتی ہے تو what is secret? ـ

جناب محمد افضل خان۔ حکومت کھلے دل سے اس precincts میں Chairman اور Speaker کی اتھارٹی تسلیم کرتی ہے۔

جناب چیئرمین۔ شکریہ جی۔ جی پروفیسر صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد۔ ایک عرض میں بھی کر دوں اس سلسلے میں اور وہ ہے کہ جہاں تک اصولی معاملہ ہے یہ حقیقت ہے کہ سینٹ کی precincts جس میں صرف یہ ایوان ہی نہیں بلکہ یہ سارے علاقے شامل ہیں اس کے اندر Intelligence Agencies کو ہرگز خاص طور سے ممبرز کو shadow، کرنا یہ بالکل violation of the privileges of the House بھی ہے اور of the person بھی ہے لیکن جو بات افضل صاحب نے کہی ہے اور ہم ان کی بڑی عزت کرتے ہیں وہ صرف IB کے بارے میں ہے ۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ صرف ایک ایجنسی نہیں ہے یہاں پر متعدد ایجنسیاں ہیں تو وہ investigate کریں کہ کسی ایجنسی کی طرف سے بھی FIB ہو سکتا ہے ' Special Branch ہو سکتی ہے ' ISI ہو سکتی ہے اور دوسری ایجنسیاں ہیں ۔ تو سب ایجنسیوں سے یہ بات چیک کی جائے اور اصولاً یہ بات طے کی جائے کہ intelligence agencies سینٹ کی precincts کے اندر operative نہیں ہوں گی۔

جناب چیئرمین۔ صحیح بات ہے۔ جی جناب مسعود کوثر صاحب۔

سید مسعود کوثر۔ میں ویسے ہی یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ آپ نے حکم دیا تھا کہ اگر کوئی چھوٹی داڑھی والا باہر کھڑا ہو تو اسے پکڑ لیں ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی معصوم شخص کو یہ پکڑ لیں گے ۔ ان کو چاہئے کہ اس کی proper identification کریں تا کہ کسی شریف آدمی کو تکلیف نہ ہو۔

جناب چیئرمین۔ افضل خان صاحب ذرا دیکھیں تو سہی کہ کون ہے ؟ شجاعت صاحب کہہ رہے ہیں کہ میں بتاتا ہوں آپ کو کہ کون ہے ۔ پتہ تو کریں کہ کون ہے۔

Please find out. We won't go into it further.

چوہدری شجاعت حسین۔ میں بتاتا ہوں جناب یہ داڑھی والے اندر بیٹھے ہوئے ہیں صدر کے چیمبر میں۔ یہ اندر کیسے بیٹھے ہوئے ہیں آپ کمال بات کرتے ہیں۔

پروفیسر این ڈی خان۔ گورنمنٹ کے behalf پر میں یہ assure کرنا چاہتا ہوں کہ اسمبلی کی جو honour اور respect ہے وہ پوری طرح سے protect کی جائے گی اور ہم inquire کریں گے اور اگر ایسی کوئی بات ہے تو آپ کے علم میں لائیں گے۔

Mr. Chairman: Thank you, so please find out. Aftab Sheikh Sahib.

Mr. Aftab Ahmed Sheikh: It is not a very light matter,

جس کو آپ نے ignore کر دیا ہے ۔

جناب چیئرمین۔ نہیں جی میں ignore نہیں کر رہا ہوں۔

Mr. Aftab Ahmed Sheikh: But then who is this man? Sir, the question is why should we proceed further, let us find out who is this man?

جناب چیئرمین۔ دیکھیں جی ،

They are going to find out and let me know.

Mr. Aftab Ahmed Sheikh: So kindly find it out, Sir.

Mr. Chairman: Let them find out.

پتہ کریں جی کہ یہ کون ہے and then we will see ۔ جی پروفیسر صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد ۔ جناب چیئرمین! یہ سارجنٹ ایٹ آرمز کی ذمہ داری ہے کہ آپ ان کو بھیجیں اور وہ investigate کرے کہ کون ہے ۔ جب identify کیا ہے ایک ممبر نے تو یہ بات واضح ہونی چاہئے ۔

چوہدری محمد انور بھنڈر ۔ اور جناب یہ بھی معلوم کریں کہ کس کی اتھارٹی سے یہ یہاں آیا ہے؟

جناب آفتاب احمد شیخ۔ یہ کون آدمی ہے ، یہ کیوں اندر آ کر بیٹھا ہے؟

جناب چیئرمین ۔ بہر حال پتہ کریں گے کیونکہ حکومت کہتی ہے کہ ہمیں پتہ کوئی نہیں ہے کہ کون ہے the man is there, he has been identified. پتہ کریں کیا ہے؟

چوہدری شجاعت حسین۔ جناب یہ گیلری بھی کون سی ہے ۔ یہ سینیٹرز کی گیلری ہے جہاں وی آئی پی' اور ایم این اے وغیرہ آ کر بیٹھتے ہیں ۔

Mr. Chairman: We will make sure that whoever unauthorized persons in this prec...ct, we will make sure that they are not here.

لیکن I want to know from the Government پتہ کر کے بتائیں کہ یہ کیا چیز ہے

What is all this going on?

جناب آفتاب احمد شیخ۔ وہ آپ کو نہیں بتائیں گے۔

جناب چیئرمین۔ نہیں جی بتائیں گے ۔ شاید ہاؤس میں نہ بتائیں ۔ مجھے علیحدہ بتا دیں گے کہ جی یہ بات ہے ۔

جناب این ڈی خان۔ جناب ہم نے فلور پر categorically assure کیا ہے کہ ہم اس کو enquire کریں گے اور اگر کوئی ایسی چیز ہے تو اس ہاؤس کے سامنے لائیں گے۔

I reiterate this assurance.

جناب شہزاد گل۔ جناب والا! ابھی محترم وزیر صاحب نے فرمایا کہ ہم سپیکر اور چیئرمین کی اتھارٹی کو تسلیم کرتے ہیں۔ وہ اتھارٹی کو تو تسلیم کرتے ہیں لیکن ابھی تک انہوں نے چیئرمین اور سپیکر کی رولنگ کو ماننے کیلئے اقرار نہیں کیا ہے۔ اس کے متعلق یہ کیا فرماتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ابھی آپ نے کہا کہ جو بھی شخص precincts کے اندر ہو اسے نکالا جائے۔ جب ہم نے پوائنٹ آوٹ کیا تو وہ شخص خود چلا گیا لیکن انہوں نے اس کو باہر نہیں نکالا۔

جناب چیئرمین۔ اس وقت وزیر بیٹھے ہیں میں نے ان سے درخواست کی ہے کہ مجھے investigate کر کے بتائیں کہ کیا بات ہے۔ یہ کون ہے ۔ وہ تو کہہ رہے ہیں کہ ہمیں پتہ نہیں ہے تو obviously there is something happening that even you don't know. ۔

جناب شہزاد گل۔جناب اس ہاؤس کو بتائیں نا کہ یہ کون تھا؟ کیوں آیا؟

جناب آفتاب احمد شیخ۔ جناب اس کے کوئی کوائف نہیں لئے گئے ۔ وہ آدمی یہاں سے چلا گیا۔ اس کا کوئی فوٹو نہیں ہے ۔ اس کے کوائف نہیں ہیں۔ اس کے کوئی

particulars نہیں ہیں - اس کا نام نہیں ہے۔ اس کی ولدیت نہیں - کوئی چیز بھی نہیں ہے - وہ چلا گیا ہے -

شیخ رفیق احمد- جناب میں ان کے جواب میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ انہوں نے ایک آدمی کو اندر بٹھایا اور بھگا دیا let us stop it here اور پھر آپ اس پر کمیٹی بنا دیں یا اس کو Privileges Committee میں بھیج دیں - That will make its full enquiry.

جناب بشیر احمد خان ترین- یہ جناب صرف ہاؤس کی بات نہیں ہے - یہ ہمارے پیچھے وہاں ہوٹلوں میں بھی آتے ہیں - ہمارے بچے ان کی وجہ سے باہر نہیں جا سکتے ہیں - شیخ رفیق صاحبؒ تو کہہ رہے ہیں کہ جناب اس پر کمیٹی بنائیں۔ حقیقت میں ہم ذہنی کوفت میں ان لوگوں کی وجہ سے مبتلا ہیں - کبھی داڑھی والا ہوتا ہے - کبھی بغیر مونچھوں والا ہوتا ہے - ہمارے بچے تو سکول تک نہیں جا سکتے ہیں - یہ وہی ان کے پیچھے کھڑے رہتے ہیں - ٹھیک ہے ہمارے پیچھے بے شک آئیں - ہمیں تو یہ پتہ نہیں چل رہا کہ ہمارے بچوں نے کیا قصور کیا ہے ؛ ہم ان کو سکول تک نہیں لے جا سکتے - جناب آپ اس کا کوئی serious notice لیں - اب ایک آدمی آیا اور وہ باہر چلا گیا اور پھر یہ لوگ کہتے ہیں کہ پتہ نہیں یہ شخص کون ہے۔

جناب چیئرمین- مقصد سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ لوگ یہاں پر کیا نوٹ کرتے ہیں

what is secret in this House? Therefore, please find out why all this is going on?

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی- جناب ان کو کیا خوف ہے

They are not bad people, they are honourable people of this House.

Mr. Chairman: Obviously if somebody has applied to obtain a pass for entry into the Senate, they have not fully disclosed who they are , I don't know کہ اس شخص کے پاس" پاس" تھا کہ نہیں - اگر پاس کے بغیر آیا ہے Then his entry itself is illegal into the House. کیونکہ آپ اس کو investigate کر سکتے ہیں۔

Please find out who this man was? Why was he brought here? Under whose authority he is coming here? The Senator tells us that he has been chasing him for

the last so many days. Let us grow up now, what is all this non-sense going on?

Sardar Assef Ahmed Ali: Sir, if I may point out that you are the custodian of this House and the responsibility of protecting rests entirely upon you Mr. Chairman, and I think you should conduct an enquiry and the Government should be then obliged to enforce whatever your findings are.

Mr. Chairman: But how do you suggest I hold the enquiry? Do I hold it myself or send it to the Privileges Committee?

Sardar Assef Ahmed Ali: In whatever form that you wish to take Sir, I think, it will be your exclusive prerogative.

Mr. Chairman: OK, the Minister is also saying that it should be referred to the Privileges Committee. So, I refer it to the Privileges Committee.

پروفیسر این ڈی خان۔ جناب یہ میرے علم میں بات لائی گئی ہے اس کی پوری انکوائری کی جائے گی اور ہاؤس کو inform کیا جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ sufficient ہے۔

جناب چیئرمین۔ کب تک inform کریں گے؟

Prof. N.D. Khan: In a shortest possible time.

جناب چیئرمین۔ نہیں کوئی ٹائم دے دیں ایک ہفتہ۔ تین دن۔ چار دن کچھ تو بتائیں۔

Prof. N.D. Khan:- Four days.

جناب محمد ابراہیم خان۔ ہم ثبوت چاہتے ہیں۔ جناب عالی فارسی میں ایک شعر ہے۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

Mr. Chairman: The Minister has assured us that in four days time, he

will give us his report as to what happened. So, in the light of that, I think, we will pend this matter and wait for the report of the Minister.

چار دن کے بعد جب ان کی رپورٹ آجائی گی، تو پھر دیکھیں گے۔

حافظ حسین احمد۔ وزیر پارلیمانی امور صاحب فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی ایسی بات ہو۔ یعنی اب تک انہیں شک ہے۔

جناب چیئرمین۔ بہر حال جی۔ وزیر ویسے بھی محتاط ہوتے ہیں، کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

جی جناب اجمل خٹک صاحب۔

جناب محمد اجمل خان خٹک۔ جناب چیئرمین ، میں اس سلسلے میں جس پر بحث ہو رہی ہے اس کے لئے کھڑا نہیں ہوا۔ میں چونکہ دو دن کے بعد آیا ہوں، تو اس مسئلے کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں جو نہ صرف اس ایوان کا بلکہ عوام کی رائے کے احترام کا مسئلہ ہے، وہ یہ ہے کہ آپ کی رولنگ کا کیا بنا۔ آپ کی رولنگ کو جو آپ نے قیدیوں کو لانے کے بارے دی ہے، اس رولنگ کو حکومت نے تسلیم کیا ہے یا نہیں۔ میں آپ کے ذریعے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کیونکہ ہمارا موقف یہ رہا ہے کہ اگر آپ کی رولنگ کو اور اسپیکر کی رولنگ کو تسلیم نہیں کیا جاتا نہیں کیا جاتا تو یہاں بیٹھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے میں یہاں بیٹھنے سے پہلے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین۔ کیوں جی وزیر صاحب اس سلسلے میں کچھ جواب دینا چاہیں گے ۔ جی جناب ڈاکٹر شیر افگن صاحب۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی۔ جناب چیئرمین ایک چیز کا آپ نوٹس لیں ۔ یہاں کی بات ہر دم یہ کریں۔ آپ کی رولنگ کے بارے میں کریں ، ہاؤس کے business transaction کی کریں،

but they should not refer to the National Assembly. We are the members, we are quite forceful to defend our rights. We know how to tackle it.

اور وہاں پر جو معاملہ فہمی ہے ہم خود کرسکتے ہیں ۔ We can't transfer this right to the

honourable Senator, we are sufficiently strong. لہذا میں گزارش کروں گا کہ آئندہ قومی اسمبلی اور اس کے معاملے میں بات یہاں نہ کریں۔

جناب چیئرمین۔ اسکے بارے میں "بہرحال وہ تو علیحدہ مسئلہ ہے' وہ جو سینٹ کے بارے میں پوچھ رہے ہیں

Do you want to respond to that? Do you want to respond to the question about the Senate?

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: That is the thing and the Law Minister would say something.

جناب چیئرمین۔ کچھ کہنا چاہیں گے لاءمنسٹر صاحب؟

پروفیسر این۔ ڈی۔ خان۔ جناب چیئرمین ہم نے کبھی بھی اسپیکر یا چیئرمین کی رولنگ کو dishonour نہیں کیا ہے۔ ہمیشہ respect کی ہے اور Constitution کےمطابق جو گنجائشیں ہیں اس کو ہم fulfil کریں گے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ چوہدری صاحب یہاں تشریف رکھتے ہیں تو ان کی موجودگی کے بعد further comments کسی کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب محمد اجمل خان خٹک۔ جناب چیئرمین مسئلہ یہ نہیں ہے۔ اگر پرنالہ اسی جگہے' پنچ کو مانتے ہیں لیکن پرنالہ اسی جگہ رہے گا تو میں تو کم از کم اپنے ضمیر کو ملامت یا دھوکہ نہیں دے سکتا۔ مجھے نہیں معلوم کہ پارلیمینٹری پارٹی کا فیصلہ کیا ہے۔ لیکن کم از کم میں اور میری پارٹی اس طرح کی نہیں ہے کہ جس پر ایک دفعہ حقیقی مسئلے پر---- تو اس لئے میں اس جواب سےمطمئن نہیں ہوں۔ میں پانچ منٹ کے لئے باہر جاتا ہوں۔

جناب آفتاب احمد شیخ۔ جناب چیئرمین' گنجائش سے کیا مطلب ہے۔ گنجائش کا کیا مطلب ہے۔ وزیر قانون نے گنجائش کا لفظ استعمال کیا ہے۔

پروفیسر خورشید احمد۔ جناب چیئرمین میں بھی اس احتجاج کی تقلید کر رہا ہوں۔ اس لئے کہ یہ حکومت کی طرف سے بہت ہی زیادتی کی بات ہے کہ وہ دو ٹوک الفاظ کہنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

سردار بشیر احمد ترین۔ جناب چیئرمین صاحب بات اتنی سی ہے کہ وزیر قانون صاحب صرف ہاں اور نہ میں جواب نہیں دینے رہے ہیں کہ ہاں رولنگ مانی گئی ہے یا نہیں۔ اس لئے ہم باقی ساتھیوں کے ساتھ واک آؤٹ کرتے ہیں۔

حافظ حسین احمد۔ جناب چیئرمین، ہمیں توقع ہے کہ پروفیسر این ڈی خان کم از کم ان روایات کا پاس رکھیں گے جن کے لئے، جس طرح کل انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ جمہوریت کی بحالی کے لئے اور ایوان کے وقار کے لئے اور پارلیمنٹ کی بالا دستی کے لئے وہ کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے۔ میں دوبارہ ان سے گزارش کروں گا کہ صرف وہی الفاظ دہرانے کو کوشش نہ فرمائیں جو وہ پہلے دہرا چکے ہیں اور جن کو پورے ایوان نے مسترد کیا ہے۔ ان میں اتنی اخلاقی جرات ہونی چاہئیے کہ وہ دو ٹوک الفاظ میں کہہ دیں کہ ہم اس رولنگ کو مانتے ہیں یا نہیں مانتے ۔ اگر وہ یہ کہہ دیں کہ جناب ہم آپ کی رولنگ تسلیم کرتے ہیں تو اس سے کوئی آسمان نہیں گرتا اور ہمارے محترم دوست اقبال حیدر صاحب بھی یہی کچھ کرتے کرتے کہاں پہنچے ہیں ۔ ہم نہیں چاہتے کہ این ڈی خان صاحب کے ساتھ بھی وہی کچھ ہو۔ وہ صرف یہ کہہ دیں کہ ہم آپ کی رولنگ کو تسلیم کرتے ہیں اگر وہ یہ دو جملے نہیں کہہ سکتے تو پھر ہم مجبور ہیں کہ پارلیمنٹ کی بالا دستی کے لیے واک آوٹ کریں۔ یہ صرف آپ کی رولنگ کی بات نہیں ہے یہ اس ایوان کے وقار کی بات ہے ۔

(اس کے بعد حافظ صاحب واک آوٹ کرگئے)

جناب چیئرمین۔پروفیسر خورشید احمد۔

REPORT OF STANDING COMMITTEE RE: PRIVATIZATION OF P.T.C. ---laid.

Prof. Khurshid Ahmed: Mr Chairman, I seek the leave of the House to present special report of the Standing Committee on the Privatization of Pakistan Telecommunication Corporation.

Mr Chairman: Report stands laid. Mr. Fazal Muhammad.

حافظ فضل محمد۔ جناب کل کے اخبار میں ڈاکٹر شیر افگن صاحب کا علماء کے بارے میں بیان ہے ' میں ان سے اس بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے واقعی یہ بیان دیا ہے یا وہ اس کی تردید کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ جو شخص قابلیت کے اعتبار سے چوکیدار بننے کے قابل نہیں ہوتا اسے دینی مدارس کا سربراہ بنا دیا جاتا ہے یہ علماء کے لئے انتہائی توہین آمیز الفاظ ہیں ۔ اگر واقعی انہوں نے یہ الفاظ کہے ہیں تو پھر؟ ان کو جواب بھی دے سکتے ہیں ۔

جناب چیئرمین۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں بنتا لیکن شیر افگن خان صاحب اس کا جواب دے سکتے ہیں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی۔ جناب والا! میں علماء کا احترام کرتا ہوں ----

حافظ فضل محمد ۔ علماء کا احترام کرتے ہیں ۔ آپ کی رولنگ کے بارے میں یہاں کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ ہم آپ کی رولنگ کا احترام کرتے ہیں لیکن -----

جناب چیئرمین۔ سن لیں ۔ مولانا یہ پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں بنتا اور نہ میں ان کو مجبور کر سکتاہوں کہ یہ جواب دیں ۔ --

حافظ فضل محمد ۔ جب ہم آزادی کے لئے لڑ رہے تھے تو یہ انگریزوں کے بوٹ پالش کر رہے تھے اور ہم پھانسی پر چڑھ رہے تھے ان کو ہم جانتے ہیں۔ آپ علماء کے خلاف اتنے غلیظ الفاظ استعمال کرتے ہیں ۔ یہ ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے --

جناب چیئرمین۔ ان کی بات تو سن لیں ۔ اگر جواب نہیں دینا بے شک نہ دیں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی۔ جناب والا! جواب ضرور دینا ہے کیونکہ کنفیوژن پیدا ہو گیا ہے۔ ہمارے محترم اخبارات کا یہ تقاضا رہا ہے کہ وہ مرچ مصالحہ لگانا بہت ضروری سمجھتے ہیں۔ میں نے یہ بات برملا کہی ہے اور کہتا رہوں گا کہ دینی مدارس جو ہمارے طلباء تیار کر رہے ہیں ان کے ساتھ ان کو دنیا کی تعلیم بھی ضرور دی جانی چاہئیے ۔ وجہ یہ ہے کہ جب ہم کوئی ایمپلائمنٹ کرتے ہیں تو وہاں پر وہ qualification بی۔اے' بی ۔ایس۔سی ایم۔اے ' ایم۔ایس۔سی' ایف۔اے' ایف۔ایس۔سی' میٹرک سائنس یا نان سائنس پوچھتے ہیں۔ اب بات یہ ہے کہ عالم

دین اور بات ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تحفہ ہے ۔ عالمانہ اس کی qualities ہوں۔ یہتو ملک کے لئے بھی اور ملت کے لئے بھی ایک تحفہ ہے۔ دینی مدارس میں جو عام جو صورت حال ہے وہ چند سالوں کی معمولی سی دینی لحاظ سے تعلیم لے لیتے ہیں ۔ جب دنیا داری کی بات آتی ہے ۔ جب ان کی ملازمت کی بات آتی ہے تو اس میں مصیبت یہ ہے کہ جو criterion lay ہوتا ہے تو اس کے تحت وہ qualify نہیں کر سکتا ۔ اب اس کا نتیجہ یہ آ رہا ہے کہ دینی مدارس سے جو طلباء فارغ التحصیل ہو کر آ رہے ہیں تو ان کی کوالیفکشن وہ نہیں ہے۔ میرا کہنا صاف یہ تھا کہ خدارا ان دینی مدارس میں نصاب دوسرا بھی شامل کیا جائے اور جو بھی حکومت آئے اگر وہ دینی مدارس کو امداد دیتی ہے تو اسے مشروط کر دے تاکہ ہمارے طلباء فعال حضرات بن کر نکلیں اور یہ نہ ہو جب وہ دینی مدارس میں جاتے ہیں تو باہر نوکری تو مل نہیں سکتی تو وہ کہیں اور مسجد کھڑی کر دیتے ہیں اور جس طریقہ کار سے وہ مسجدیں بنا رہے ہیں یا بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ آپ کو بھی معلوم ہے ہمیں بھی معلوم ہے۔ چاہے وہ گورنمنٹ کی جگہ ہو۔ کہیں وہ بنا دیتے ہیں روز گار کا ذریعہ بنا لیتے ہیں ۔ میں یہ کہتا ہوں اور کہتا رہوں گا کہ یہ معمولی نوعیت کی تعلیم سے نہ تو ہم دین کی خدمت کر رہے ہیں نہ ملک کی خدمت کر رہے ہیں۔ بیروز گار افراد پیدا ہو رہے ہیں اور کچھ سال کے بعد آپ دیکھیں گے نوجوانوں کی آبادی ہماری آدھی ایسی ہی ہو گی اور اس طریقے سے ہم ملک و مملکت کی کوئی خدمت نہیں کر رہے۔ خدارا۔۔۔

جناب چیئرمین۔ تو آپ کا موقف یہ ہے کہ دینی تعلیم کے ساتھ دوسری تعلیم بھی ہونی چاہیئے۔ اتنی بات ہے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی۔ بالکل ہونی چاہیئے ۔ اور یہ بہت اہم ہے۔

مولانا فضل محمد۔ ہم نے سن لیا انہوں نے کیا کچھ کہا ۔ ہمیں ان کی نوکریوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ معمولی نوعیت کی تعلیم ہے وہ خود یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ معمولی نوعیت کی تعلیم ہے ۔ میں تو حیران ہوں کہ اگر قرآن و حدیث کا علم معمولی ہے ۔ میں ان کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ جس بات پر جس موضوع پر بات کرنا چاہیں ۔ میں ان کا چیلنج قبول کرتا ہوں ۔ وہ تو ڈاکٹر ہے وہ کیا جانتا ہے چند رگوں کو جانتا ہے ۔ چند گوشت کے انسانوں کو جانتا ہے ۔ ہم قرآن کے حوالے سے پوری کائنات کو جانتے ہیں ۔ اللہ کا

کلام پوری کائنات پر حاوی ہے ۔ اس کا علم پوری کائنات پر حاوی ہے لیکن قرآن و حدیث کے علم کو وہ معمولی نوعیت کا علم کہتا ہے ۔ میں کہتاہوں کہ وہ اپنے ان الفاظ پر نظرثانی کریں کہ یہ الفاظ ان کو کہاں تک لے جاتے ہیں۔ اس پاکستان کی سرزمین پر لاکھوں علماء نے جو قربانیاں دیں ۔ میں تو کہہ رہا ہوں کہ اس قسم کے لوگ جو آج اپنے آپ کو قوم کا نمائندہ سمجھتے ہیں ۔ اس وقت انگریزوں کے بوٹ پالش کر رہے تھے۔ جب ہم انگریزوں کے خلاف لڑ رہے تھے۔ بالاکوٹ کا میدان ہم پر گواہ ہے ۔ صادق پور ہم پر گواہ ہے ۔ پورے برصغیر کی چپہ چپہ کی زمین ہم پر گواہ ہے ۔ وہ آج ہمیں راہ دکھا رہے ہیں کہ آپ اس راستے پر چلیں ۔ اگر ہم آپ کے راستے پر چلتے تو ہم انگریز کے غلام ہوتے ۔ ایسے آزاد نہ ہوتے جیسے ہم نے آزادی کے لئے قربانی دی ہے ۔ میں ان کو کہتاہوں کہ آئندہ کے لئے اس قسم کے بیانات اور خرافات علماء کے خلاف استعمال نہ کریں۔

جناب چیئرمین۔ ٹھیک ہے۔ اشتیاق اظہر صاحب

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: Sir, they are totally wrong. They are not only people in our political movement for creation of Pakistan.

(interruption)

جناب چیئرمین۔جی جناب اشتیاق اظہر صاحب ۔

سید اشتیاق اظہر ۔جناب چیئرمین! میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا میرے great grand father دیوبند سے پنجتن میں تھے ۔ دیوبند میں جو تعلیم ہوتی تھی، وہاں یہ ہوتا تھا کہ جیومیٹری کی تعلیم ہوتی تھی، الجبرا کی تعلیم ہوتی تھی ۔ دینی علوم جو ہوتے تھے ان کا اہم پوائنٹ یہ ہوتا تھا کہ پہلے دینی علوم کی تعلیم ہو جانے پھر علوم دنیا کی تعلیم دی جانے ۔ اتنی clear cut بات کے بعد بھی اگر ڈاکٹر شیر افگن کسی قسم کی بات کرتے ہیں تو میں اس پر سخت احتجاج کرتا ہوں۔ ہمارے علماء نے، خصوصاً دیوبند کے علماء نے ریشمی رومال کی تحریک، 1857ء کی تحریک ، اور تحریک پاکستان و ہند کی تحریکوں میں جو سرگرم حصہ لیا ہے، میں سمجھتا ہوں ; کسی اور طبقے نے اس سرگرمی کے ساتھ ان تمام تحریکات میں حصہ نہیں لیا۔

جناب چیئرمین۔جی ہاں جی ، دینی علماء کی بڑی خدمات ہیں جی ۔ جی جناب ڈاکٹر

حئی صاحب۔

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔جناب میں آپ کی اور اس ایوان کی توجہ ایک اہم مسئلے کی جانب مبذول کروانا چاہتا ہوں ۔ آج کے قومی اخبار "The Nation" میں ایک خبر چھپی ہے کہ ملک کے اندر جو یہ پرائیویٹائیزیشن کا عمل ہورہا ہے ۔ اس سے موجودہ اور پچھلی حکومت کو بھی اس مد میں جو مل رہی ہے وہ رقم Federal Consolidated Fund میں نہیں جارہی ہے ۔ اور آئین کا آرٹیکل 28,79.____

جناب چیئرمین۔یہ بہت بڑا مسئلہ ہے۔اسے باقاعدہ موشن کی شکل میں لائیں ۔ یہ بہت بڑا مسئلہ ہے ---

ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ۔جناب ، تھوڑی سی آپ کی توجہ درکار ہے ۔ جناب ابھی 13 بلین P.T.C. کے ذریعے مل رہا ہے ۔ اور اس سے پہلے جون 94ء تک انہیں 7.22 بلین روپے ملے ہیں ۔ پچھلی گورنمنٹ نے بھی اسے اپنی مرضی سے متوازی انتظام کرکے چلایا ہے ۔ اور اس کو خرچ کیا ہے اور یہ جو موجودہ حکومت ہے وہ بھی اسے Federal Consolidated Fund میں لانے کے بجائے یا national budget میں لانے کے بجائے جناب یہ اپنے طور پر خرچ کررہے ہیں ۔-----

جناب چیئرمین۔اس کو باقاعدہ لائیں ۔ یہ بہت بڑا مسئلہ ہے ۔ اس کو باقاعدہ موشن کے ذریعے لائیں ----- جی جناب، شیخ رفیق احمد صاحب -- ایجنڈے باقاعدہ ایجنڈے کے مطابق چلتے ہیں ۔جی جناب شیخ صاحب ۔

شیخ رفیق احمد۔جناب چیئرمین! آپ کا شکریہ تو میں پہلے ادا کرچکا ہوں ۔ صدر مملکت کے خطاب پر بحث آج کئی روز سے جاری ہے ۔ اور مجھے کئی امور پر بہت خوشی ہوئی ہے کہ میرے وہ فاضل دوست جن میں سے کوئی ادھر بھی بیٹھا ہوگا لیکن اکثریت اس طرف بیٹھی ہوئی ہے ۔ جو جنرل ضیاء کی آمریت آنے کے بعد بڑے فخر سے یہ کہتے تھے کہ اسلام میں جمہوریت نہیں ہے ۔ بڑے فخر سے کہتے تھے کہ اسلام سیاسی پارٹیوں کی اجازت نہیں دیتا ۔ الیکشن کمیشن کے ممبران لاہور آکر اور دوسرے شہروں میں تقریریں کرتے تھے۔ تو جن ایوانوں پر سالہاسال تالے پڑے رہے آج انہی ایوانوں میں آکر وہ ہماری

ہمنوائی کی بات کرتے ہیں۔ جمہوریت کے بارے میں اسلام کے ان دعووں کے برعکس جو وہ پہلے کرتے تھے۔ آج سیاسی پارٹیوں کے بارے میں وہ ہمارے ہمنوا ہیں ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ پاکستان پیپلز پارٹی کی، شہید ذوالفقار علی بھٹو کی، محترمہ بے نظیر بھٹو کی اور ایم آر ڈی کی پارٹیوں کی بہت بڑی کامیابی ہے کہ آج قوم ، من حیث القوم ، آج پاکستان کے عوام من حیث القوم اور پارٹیوں کے درمیان جو اختلافات ہیں اس سے بالا ہو کر ساری قوم ایک ہی بات کہہ رہی ہے اور اس میں جمہوریت، منتخب ادارے، پارلیمان، اور سیاسی پارٹیوں کے بارے میں وہ ہمارے موقف کی تائید کررہے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ آج ایک بہت بڑے انتشار سے نکل کر قوم میں بڑی اہم باتوں پر اتفاق پیدا ہوگیا ہے------

(مداخلت)

جناب چیئرمین۔ میری درخواست یہ ہوگی کہ تقریر کے دوران مداخلت نہ کی جائے ۔ اس طرح معاملہ ٹھیک نہیں چلے گا ۔ آپ اپنی باری یا اپنے ساتھیوں کی باری پر وضاحت کردیں ۔ تقریر کے دوران میرا خیال ہے مداخلت کرنا ٹھیک نہیں ہے ۔ جی جناب شیخ صاحب ۔

شیخ رفیق احمد۔ خان صاحب کا اور میرا جو پیار ہے یہ شاید کم ہی ممبران کے درمیان ہو گا ۔ مجھے ان سے محبت ہے ۔ اس لئے میری بات کی وہ تصحیح کردیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ لیکن انہوں نے میری بات توجہ سے نہیں سنی ۔ پچھلی بار بھی میں نے اپنی تائید میں خان عبدالولی خان صاحب کے بیان کی بات کی تھی انہوں نے پوری توجہ سے سنا نہیں ۔ آج بھی میں نے ایم آر ڈی کی پارٹیوں کی اہمیت اور ان کے موقف کی بات کی ہے اور وہ ہمارے ساتھ یا میں ان کے ساتھ ایم آر ڈی کی پارٹیوں میں ایک ساتھ تھے اس لئے یہ ٹھیک ہے کہ میں شاید اتنی اچھی اردو نہیں بول سکتا، اتنی اچھی میرے فقروں کی بناوٹ نہ ہو کبھی کبھی ان میں کوئی بھول آ جائے اور میرے دوستوں کو غلط فہمی ہو جائے اس کے لئے میں معافی کا خواستگار ہوں۔ کیونکہ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میں مولانا بھاشانی صاحب کو لاہور کے باغ گلستان فاطمہ میں، Wellcome Address دے رہا تھا تو میرے کسی دوست نے کہا کہ یہ پنجابی بول رہا ہے کہ اردو بول رہا ہے، اتفاق سے میری بیوی بھی وہاں بیٹھی ہوئی تھی اس نے کہا جی بول تو اردو رہا

ہے لیکن اس کا accent جو ہے وہ پنجابی ہے ۔

میں جناب صدر مملکت کو مبارکباد پیش کرتا ہوں ان کی تقریر غیر معمولی طور پر متوازن، حقائق پر مبنی بلکہ تھوڑا سا مجھے گلہ ہے کہ انہوں نے تھوڑی سی reservation سے کام لیا ہے اور جتنی کھل کر انہیں ایک سال کی کارکردگی کی تعریف کرنا چاہیے تھی اپنے منصب کی وجہ سے وہ ایسا نہیں کرسکے ۔ اگر میں ان کا سکرپٹ رائٹر ہوتا، تو میں سمجھتا ہوں کہ میں کچھ تھوڑا سا اس میں اضافہ بھی کر دیتا۔ پھر انہوں نے کئی باتوں ~~پہ جن~~ کا انہیں اپنے ہاں بھی تشویش تھی / ۔ ہم سب کو بھی تشویش ہے ، Law and order situation پر Political polarization کی صورت حال پر اور inflation کے بارے میں انہوں نے اپنے جذبات چھپائے نہیں ۔ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ میرے دوست یہ پہلو بھی بیان کرتے ہوئے صدر مملکت کی تقریر کی خوبیوں کو اجاگر کریں گے ۔ بہر حال یہ تو یوں ہی بات آ گئی، سینئیر چوہدری محمد انور بھنڈر صاحب کبھی تھوڑا سا عرصہ پیپلز پارٹی کے ساتھ بھی رہے، پنجاب کے پہلے جمہوری دور کے آخری سپیکر تھے، میں ان کی تقریر سن رہا تھا، تو مجھے محسوس ہوتا تھا کہ آج وہ اس طرف سے بیٹھے ہوئے تقریر نہیں کر رہے پاکستان پیپلز پارٹی کے رکن کے طور پر تقریر کر رہے ہیں ۔ وہ آج کی حکومت کو موردالزام نہیں ٹھہرا رہے اس حکومت کو موردالزام ٹھہرا رہے ہیں جس کے پاس دو تہائی اکثریت تھی جس کے پاس سینٹ میں overwhelming اکثریت تھی اور اس کے باوجود جن کاموں کا انہوں نے ذکر کیا وہ اس دور میں نہیں ہو سکے۔ انہوں نے فرمایا کہ سپریم کورٹ کے ججوں کی تعداد مقرر کی جانی چاہیے آڈیٹر جنرل کے اختیارات آئین کے مطابق قوانین بننے چاہئیں، الیکشن کمیشن کا سٹاف مقرر کرنے کے بارے میں قوانین بنائے جائیں، اردو زبان رائج الوقت کی جائے تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ وہ محترمہ بینظیر بھٹو صاحبہ اور آج کی حکومت کو یہ نہیں کہہ رہے وہ جو کہنا چاہتے تھے اس دور میں تو وہ کہہ نہیں سکے آج اس بہانے سے جیسے پنجابی میں کہتے ہیں کہ بہو کو سمجھانا ہو تو بیٹی کا نام لے کر سمجھاتے ہیں وہ جناب نواز شریف کو بتا رہے تھے۔اپنے ساتھیوں کو بتا رہے تھے کہ تین سال کے قریب آپ اس ملک میں حکمران رہے آپ کے پاس قومی اسمبلی میں دو تہائی اکثریت تھی آپ کے پاس سینٹ میں overwhelming اکثریت تھی جب پاکستان پیپلز پارٹی کو موقع ملنے والا تھا سینٹ کا جو ایک الیکشن آنے والا ہے اس میں کہیں ان کی تعداد میں اضافہ نہ ہو جائے تو پھر اسمبلیاں توڑ دی گئیں تا کہ سینٹ کی

پھر پہلے ہی انداز میں ممبر شپ جاری رہے۔ جب ان کے پاس اتنی اکثریت تھی۔ تو وہ ہمارا تو ذکر کر رہے تھے کیونکہ وہ آج کی تقریر میں صرف ہمارا ہی ذکر کر سکتے ہیں۔ مگر خود ہی تنقید کر رہے تھے اپنے ساتھیوں پر، اپنی صاحب اقتدار لیڈر شپ پر۔ کیونکہ ان کو اتنا وقت ملا تھا کہ وہ ایسا کرتے۔ انشاء اللہ ہمیں بھی وقت ملے گا، پورے پانچ سال گزاریں گے اور پھر جو ان کی شکائتیں ہیں یہ دور ہو جائیں گی۔ اگلے الیکشن کے بعد اگر اللہ انہیں تقریر کرنے کا موقع دیتا ہے تو وہ یہ شکایت نہیں کر سکیں گے۔ And we are on record کہ ہم نے صرف اکثریت کی بنا پر ان چیزوں کے بارے میں قانون سازی کرنے کے لئے نہیں سوچا، ہم نے تو اپوزیشن کو بھی یہ دعوت دی ہوئی ہے کہ آئیں، ججوں کی appointment کے بارے میں، superior courts کی appointments کے بارے میں، الیکشن کمیشن کی appointment اور دیگرباف کے بارے میں اکٹھے بیٹھ کر آپس میں مشورہ کرتے ہیں۔ لیکن صرف یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ ایک چیز select کر لیں اور اس پر کہیں کہ آؤ بیٹھ جاتے ہیں۔ آئیں بیٹھیں، پوری تفصیل سے گفتگو کریں۔ ہم نے چونکہ خود یہ offers کی ہیں اور انشاء اللہ میرا یہ یقین ہے کہ polarization آہستہ آہستہ کم ہو رہی ہے اور انشاء اللہ وہ وقت بہت جلد آ جائے گا جب اپوزیشن کی سیاسی پارٹیاں اور اقتدار میں موجود سیاسی پارٹیاں آپس میں بات چیت کر سکیں گی، dialogue کر سکیں گی، working relationship پیدا کر سکیں گی اور بہت سے قوانین اور مسائل جن کا انہوں نے ذکر کیا ہے وہ statute book پر آ جائیں گے۔ کیونکہ آج اگر ہم یہ کریں تو پھر ایک نئی confrontation کی فضا پیدا ہو گی۔ اس طرف سے کچھ نیک نیتی سے اور کچھ محض اعتراض کے طور پر ایسے اعتراضات کئے جائیں گے کہ مزید confusion پیدا ہونے کی گنجائش نکلے گی۔

اسی طرح کچھ دوستوں نے ہمارے بارے میں یہ ذکر کیا ہے کہ ہم پارلیمان کی بالادستی کو نہیں مانتے، آئین کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ تو میں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا۔ میں نے اس کو بہت avoid کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ کوئی ایسا موقع نہیں ہے کہ اس پر بات کروں۔ کسی سیمینار میں، میں اپنے خیالات عرض کروں گا۔ لیکن میں اپنی طرف سے اور پاکستان پیپلز پارٹی کی طرف سے، PDF کی تمام پارٹیوں کی طرف سے صدق دل سے آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ ہم جناب چیئرمین اور آج کے چیئرمین کی بے انتہا عزت کرتے ہیں۔ ان کی جو rulings ہوتی ہیں ان کا بہت احترام کرتے ہیں۔ اس میں اس کے بعد جو بھی difficulties پیدا

ہوں یا کوئی ایسی situation پیدا ہو جو resolve نہ ہوئی ہو تو اس کو resolve کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں اور شاید چند ہفتوں کے بعد میرے دوست یہ محسوس کریں گے کہ ہم سب نے مل کر ان مسائل کو بڑی خوبی کے ساتھ حل کر لیا ہے۔ ہم ہر وقت سیاسی عمل کے ذریعے تمام مسائل کو حل کرنا چاہتے ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہی اس ملک کے مسائل کا اور جو situation ہمیں درپیش ہے اس کو حل کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ کچھ باتیں ایسی ہیں جو حقائق ہیں مثلاً لاء اینڈ آرڈر کی situation، مہنگائی، توانائی کی کمی، بجلی کی لوڈ شیڈنگ۔ یہ پاکستان میں حکومتوں کو وراثت میں ملی ہیں۔ توانائی کی تو ایک پرانی تاریخ ہے۔ لیکن اس میں کچھ break through کے مواقع آئے۔ شہید ذوالفقار علی بھٹو نے فرانس سے نیوکلیئر reprocessing plant کا معاہدہ کیا تھا۔ اگر جنرل ضیاء الحق اس معاہدے کو بیچ نہ دیتا تو آج اس ملک میں توانائی کی فراوانی ہوتی۔ کہیں لوڈ شیڈنگ نہ ہوتی، کارخانوں کا جال بچھا ہوتا، ٹیوب ویل لگے ہوتے، salinity and water logging کا مسئلہ ختم ہو چکا ہوتا۔ لیکن ملک کی یہ بدنصیبی تھی کہ اقتدار ایک ایسی شخصیت کے پاس آیا جس نے اس ملک کی اس بنیادی ضرورت کا سودا کر دیا اور پاکستان کو آنے والے دور میں توانائی سے، پاور سے، بجلی سے محروم کر دیا۔ اور اس محرومی کا آج تک ہم شکار چلے آرہے ہیں۔

محترمہ بے نظیر بھٹو کی تھوڑے سے عرصے کی حکومت میں پھر تین پلانٹ کا سودا ہوا چین کے ساتھ، اور پھر پتہ نہیں آنے والی حکومت نے اس کو کیا کیا نہ پارلیمنٹ کو پتہ ہے نہ عوام کو پتہ ہے۔ تو یہ جو وارداتیں ہوئی ہیں توانائی کے بارے میں یہ کیوں ہوئی ہیں۔ ایک زمانے میں تو یہ کہا جاتا تھا کہ کچھ بڑے بڑے لوگ پاور جنریشن پلانٹس جن سے گھروں میں، دفتروں میں، بجلی پیدا کرتے ہیں، وہ ان کے ڈیلر ہیں، اس پر کمیشن کماتے ہیں۔ اگر بجلی عام ہوگئی تو ان کی کمیشنوں کا کیا بنے گا ان کی امپورٹس کا کیا بنے گا ان کی تجارت کا کیا بنے گا اگر یہ بات اتنی ہی ہوتی تو پھر کسی مرحلے پر یہ مسئلہ حل ہو جاتا آج بھی اس پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس ملک میں توانائی کو عام کرنے کی بجائے، صنعتوں کا جال بچھانے کی بجائے، زراعت کیطرف توجہ دینے کی بجائے------ آج ہم سے چھوٹے ملک تین چار گنا زیادہ ہم سے زرعی پیداوار حاصل کر رہے ہیں، ان کی ٹیکنالوجی، ان کے علم، ان کے تجربے سے فائدہ اٹھانے کی بجائے ہمارا سارا emphasis جو تھا وہ روڈ بلڈنگ پر چلا گیا۔ میں کچھ کہنا نہیں چاہتا لیکن میرا ایک ذاتی

تاثر ہے کہ جب ہم جوان تھے، میونسپل کمیٹیوں کی سیاست اور کارپوریشن کی سیاست کیا کرتے تھے تو ہر گلی میں پبلک ہینڈ پمپ ہوتا تھا۔ محلے کے غریب لوگ وہاں سے پانی لے لیا کرتے تھے، راہ گزر وہاں سے پانی پی لیا کرتے تھے۔ اب وہ کیفیت نہیں ہے اب سارا زور ان مشروبات پر ہے جو کاروبار کے طور پر بکتے ہیں وہ پانی جو کبھی اسٹیشنوں پر مسلمان پانی ہوا کرتا تھا اور ہندو پانی ہوا کرتا تھا، وہ ہندو پانی بھارت میں جانے کے بعد معلوم ہوتا ہے پاکستان کا مسلمان پانی بھی کہیں غائب ہوگیا ہے، چھپ گیا ہے اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ تو اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا یہ مشروب ساز ادارے ان پبلک ہینڈ پمپوں کو، اس مسلمان پانی کو غائب کرنے میں ذمہ دار تو نہیں ہیں اس میں ہم میں سے کس کس کا قصور ہے۔ کس دور میں یہ سارا ہوا۔ اسی طرح سڑکوں کا جال بچھانا بڑی اچھی بات ہے۔ لیکن اگر ہماری ریلوے لائن ڈبل ٹریک کی بن جائے تو پھر چوبیس گھنٹے ٹرینیں چل سکتی ہیں ایک طرف سے دوسری طرف اور ٹرین کا سفر آج بھی دنیا میں سب سے سستا ہے، سب سے زیادہ محفوظ ہے۔ آٹو موبائیل بنانے والے کارخانے ۔اور بہت سے ملکوں میں تو ان کی اپنی انڈسٹری نہیں ہے، ان ملکوں میں دوسروں نے آ کر بڑی طاقتوں نے آکر انڈسٹری لگائی ہوئی ہے، کیا ان آٹو موبائیل انڈسٹری والوں کا، ان کے سیلز مینوں کا، ان کے کمیشن ایجنٹوں کا، ان کے اہل کاروں کا یہ اثر تو نہیں ہے کہ باقی تمام چیزوں کو چھوڑ کر جو سارا emphasis تھا وہ سڑکوں پر تھا کہ کتنی rows ہونی چاہئیں ایک سڑک میں، اور پرانی سڑکوں پر توجہ دینے کی بجائے۔ اور پھر یہی نہیں سڑکیں کتنی جلدی ٹوٹتی ہیں اور پھر ان پر کتنی لاگت آتی ہے۔ شہروں کی سڑکیں دیکھ لیں، دیہات کی سڑکیں دیکھ لیں، کتنی بار بنتی ہیں، کتنی بار ایک سال میں ٹوٹتی ہیں، یہ بھی ایک غور طلب بات ہے تو یہ میرے دوست جو بار بار سڑکوں کا ذکر کرتے ہیں میری ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ ذرا اس پر توجہ کریں اور کچھ تلاش کریں میری گزارشات کی روشنی میں، کہ اس میں کون کون سے elements ہیں جو سارا اس بات پر emphasis ڈال رہے ہیں۔ ہم اخبارات پڑھتے ہیں، اشتہار پڑھتے ہیں، لٹریچر پڑھتے ہیں، اور ان اشتہارات سے، اخبارات کے مضامین سے، اور لٹریچر سے پڑھ کر تقریریں کرتے ہیں، اور پھر کچھ گلے ہوتے ہیں کچھ شکایات ہوتی ہیں مگر کچھ حقائق اور ہوتے ہیں۔

بہرحال صدرمملکت نے چند چیزوں کا بڑی وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے اس ایک سال کے تھوڑے سے عرصے میں توانائی کے سلسلے میں جو معاہدے کئے گئے ہیں، جو منصوبے

بنائے گئے ہیں ہمیں اب نظر آ رہا ہے کہ چند سالوں کے اندر اندر اس ملک میں modern اور western countries کی طرح یہاں بھی توانائی عام ہو جائے گی اور پاکستان کی ضروریات اس سے پوری ہو سکیں گی ۔ اسی طرح زراعت کے بارے میں بھی خصوصی توجہ دی جارہی ہے اور خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ کوئی adhoc منصوبہ بندی نہیں ہے ' باقاعدہ منصوبہ بندی ہے جس میں طویل عرصہ کے لئے اور مختصر عرصے کے لئے بھی اس کی طرف توجہ دی گئی ہے ' میں سمجھتا ہوں کہ یہ پی ۔ڈی ۔ایف کی حکومت کا بہت بڑا کارنامہ ہے جس سے تھوڑے ہی عرصےمیں عوام مستفید ہو سکیں گے ۔ اس سے پہلے میرے فاضل دوست یہاں بتا چکے کہ پاکستان میں غیر ملکی قرضہ اور اندرون ملک قرضے میں بہت کمی ہوئی ہے ' بڑی خوش آئند بات ہے ' پاکستان میں ہرطرف سے سرمایہ لگانے والے اپنے آپ کو آفر کر رہے ہیں اور لگا رہے ہیں اور پہلے کی طرح خوش آمد کرنے کی بجائے ' بجائے عرض داشتیں پیش کرنے کی بجائے۔ آج ہم ان میں انتخاب کر سکتے ہیں کہ کس کو سرمایہ لگانے دینا ہے ' کسی کو نہیں لگانے دینا ہے ' کن terms پر ہم سرمایہ لگانے کی اجازت دے سکتے ہیں ' کن conditions پر اجازت نہیں دے سکتے ' اب وہ dictate نہیں کرتے آج پاکستان dictate کرتا ہے ' یہ آج کی صورتحال ہے ' اور یہ کسی بھی قوم کے لئے بہت بڑی کامیابی ہے ' میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ پاکستان ایک نیا جاپان بن جائے گا صنعتی طور پر اور زرعی طور پر ' لیکن ہم اس میدان میں کسی ترقی یافتہ ملک سے پیچھے نہیں رہیں گے ۔ اسی طرح سماجی ترقی کے سلسلے میں ' تعلیم عام کرنے کی جو منصوبہ بندی ہو رہی ہے اور اس کے لئے جو اقدام اٹھائے گئے ہیں ' وہ کرنے ہی پڑتے ہیں۔ ان کا خاطرخواہ نتیجہ نکلے گا میں سمجھتا ہوں کہ ساری قوم اس سے مطمئن ہے ۔ rate of literacy جو پچھلے 18 سال میں ' جس میں خاص طور adult literacy میں کوئی ترقی نہیں ہوئی ' ہم انشاء اللہ اگلے پانچ چھ سال کے اندر اندر ان ممالک کے برابر آ جائیں گے جہاں practically 100% ' literacy ہوتی ہے۔

Mr. Deputy Chariman: Shaikh sahib I request you to mind your timing please.

شیخ رفیق احمد ۔جناب والا! میں تو دو تین منٹ میں اب ختم کرنے والا ہوں ' بلکہ میں تو کچھ تھوڑا سا ڈر رہا تھا کہ یہ دوست نہ کہیں کہ پارٹی کا سیکریٹری جنرل کھڑا ہے اور دس منٹ

کے بعد بیٹھ گیا ہے ۔ اس طرح خواتین کے بارے میں ساری دنیا جانتی ہے ' وومن بینک ' وومن پولیس ' وومن پولیس اسٹیشن اور پسماندہ علاقوں میں ' پسماندہ طبقات کے بارے میں بھی ہماری پی۔ ڈی ۔ ایف کی حکومت کا اور محترمہ بے نظیر بھٹو کی حکومت کا اور ہماری صوبائی حکومتوں کا vision بڑا clear ہے ' اور انشاء اللہ ان کے بہت سے مسائل حل ہوں گے ۔ وقت لگتا ہے ' political changes سب سے زیادہ آسانی سے ہو سکتی ہیں ' economic changes ذرا مشکل ہوتی ہیں لیکن روایات اور سماجی جو صورتحال ہوتی ہے اس کے تبدیل ہونے میں it takes long time and very serious efforts انشاء اللہ یہ بھی ہوگا اور پھر بین الاقوامی سطح پر موجودہ حکومت نے مسئلہ کشمیر کو جس طرح اجاگر کیا ہے ' O.I.C میں جس طرح اتحاد پیدا کیا ہے اور جہاں بھی مسلمانوں پر افتاد پڑتی ہے ' ساری قوم اور حکومت اس کے لئے جس طرح سینہ سپر ہوتی ہے اس میں ہم ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے رہے تو انشاء اللہ ہمیں مزید کامیابی ہو گی ۔ بس جی اب ایک منٹ میں ختم کر رہا ہوں جی ۔ کچھ ہمیں ورثہ میں ملی ہیں ' علاقائی ' لسانی ' فرقہ وارانہ تقسیم لیکن ہم مسلسل کوشش کرتے رہے ہیں۔ اور میرا تو بہت سے دوستوں سے اس سطح پر' کچھ دوست نہیں جانتے ان کے ساتھ اور دوستوں سے بھی ایک رابطہ رہتا ہے محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے بھی اب خاص طور پر پچھلے دنوں میں ' یہ کوئی اچانک نہیں ہو گیا اس کے لئے تعلقات undeclared dialogue ایسی باتیں جن سے کچھ غلط فہمیاں نہ ہوں یہ پہلے مختلف سطحوں پر کرنی پڑتی ہیں ۔ اور اس میں جناب صدر کی بھی بہت بڑی contribution ہے With goodwill on both sides I am sure مسائل جو ہمیں ورثے میں ملے تھے پہلے بھی' خود نواز شریف صاحب کو بھی' اور ہمیں بھی' ہم ان مسائل پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائیں گے اور ہیروئن کلچر کلاشن کوف کلچر جو ہمیں کھانے جا رہا ہے دنیا میں ہمیں اس نے سالہاسال isolate کیا اس کا بھی خاتمہ ہو گا یہ Trigger happy جو اب گروہ بنے ہوئے ہیں ان پر بھی قابو پایا جائے گا اور پھر پاکستان میں ایک ایسی فضا ہو گی جس میں اسلام کی سربلندی جمہوریت کی بالادستی آئین اور قانون کے مطابق حکمرانی کرنا اور شہریوں کا بھی قانون کے مطابق زندگی بسر کرنا جزو زندگی بن جائے گا اور ہر طرف سے ہمیں پاکستان زندہ باد اسلام زندہ باد جمہوریت زندہ باد کے نعرے سنائی دیں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ شکریہ جناب شیخ صاحب ۔ اب میں جناب حافظ حسین احمد صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ فلور لیں ۔

حافظ حسین احمد۔ شکریہ جناب چیئرمین!بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (عربی) ترجمہ۔۔۔۔آیت کریمہ کا ترجمہ ہے، "بے شک تحقیق فرعون بڑا بن بیٹھا اور اس نے اپنے لوگوں کو رعایا کو فرقوں میں تقسیم کیا۔ جو نرینہ کو تو ذبح کردیتے اور صنف نازک کو بچاتے ۔ تحقیق وہ مفسدین میں سے تھا۔"

جناب چیئرمین صاحب محترم شیخ رفیق صاحب کی طرح تو گفتگو اور خطابت میری دسترس سے باہر ہے ان کی طرح انداز بیان گر چہ بہت شوخ نہیں ہو گا شاید کہ اتر جائے ان کے دل میں میری بات ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ ان کے دل میں میری بات؟ یہ آپ کو کہہ رہے ہیں

حافظ حسین احمد ۔ میں آپ کے توسط سے جی کوشش کررہا ہوں ۔ جناب چیئرمین! جہاں تک صدر ذی وقار جناب سردار فاروق احمد خان لغاری کی تقریر کا تعلق ہے تو آج مجھے یقیناً حیرت ہے کہ یہ فوٹو سٹیٹ جو ہمیں مہیا کی گئی ہے یہ بذریعہ ڈاک بھی بھیجی جاسکتی تھی ۔اور یقیناً یہ تقریر بالجبر جس انداز میں سنائی گئی ، ایون میں تو ہمیں کچھ سمجھ نہیں آئی نہ کیا کچھ کہا جارہا ہے ؛ کس سے خطاب ہے اور کون صاحب خطاب کررہے ہیں جناب چیئرمین! صدر کی قدر کا جو انداز اس دن ہم نے دیکھا ہمیں وہ دن یاد آنے جب اسی سٹیج پر سابق صدر جناب غلام اسحاق خان صاحب تقریر فرمایا کرتے تھے ۔وہی شیروانی تھی ،وہی پسینے تھے، اور وہی انداز تھا، لیکن فرق اتنا تھا کہ جو اس تقریر میں سٹیج پر تقریر سرا تھے ، وہ خود اپنے ہاتھوں کا حلقہ بنا کر "گو بابا گو" کا نعرہ لگا رہے تھے اور ہم نے محسوس کیا کہ مکافات عمل کا اس سے کوئی نادر نمونہ شاید ہی اس صدی میں ہمارے سامنے آیا ہو جناب چیئرمین! میں یہ ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ غلام اسحاق خان کو جمعیت علمائے اسلام نے ووٹ نہیں دیئے تھے لیکن ہم اس دن بھی اس ایوان میں ان کی آئینی تقریر کے لئے خاموش بیٹھے تھے اور سردار صاحب کی تقریر پر بھی ہم نے خاموشی اور شرافت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا لیکن میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جناب چیئرمین! کاش ہمارے محترم موجودہ صدر ، سابق صدر کے سامنے اس انداز میں نہ جاتے تو شاید ان کو بھی یہ روز بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا لیکن چیئرمین صاحب! ہم حیران ہیں کہ ہماری سیاست اور سیاست کے شب و روز کیا انداز بدلتے ہیں کبھی تو دونوں جماعتیں1988ء میں لڑ جھگڑ کر ایوان

میں پہنچتی ہیں اور دونوں کے ووٹوں کا رخ اور دونوں کے اعتماد کی شخصیت غلام اسحاق خان صاحب ٹھہرتے ہیں ۔ پھر عجیب بات ہے کہ وہی غلام اسحاق خان صاحب کے لئے " گو بابا گو" کا نعرہ لگایا جاتا ہے اور جناب پھر ہم نے یہ بھی دیکھا کہ جب نواز شریف صاحب سینٹ ، قومی اسمبلی اور پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس بلا رہے ہیں، پھر یہی دوست جو کل " گو بابا گو" کے نعرے لگا رہے تھے۔ ایوان صدر میں کچھ "لو بابا اور کچھ دو بابا" کی باتیں کر رہے تھے لیکن یہاں " کچھ لو اور کچھ دو بابا" کے پر فریب نعرے میں بابا آ گئے تو پھر کہا "جا بابا جا" ، ہم آپ کو پہچانتے نہیں ہیں۔ جناب چیئر مین! پارلیمنٹ کی بالادستی کس جانور کا نام ہے یہاں پر قومی اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہو، سینٹ کا اجلاس چل رہا ہو، پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس چل رہا ہو اور فیصلے ایوان صدر میں ہوں وہاں فیصلے چیف آف آرمی سٹاف کی موجودگی میں ہوں میں نہیں سمجھتا کہ اسے پارلیمنٹ کی بالا دستی کہتے ہیں ، اسے پارلیمنٹ کی سپرمیسی کہتے ہیں ۔اگر واقعی صاحب صدر آپ نے فرمایا ہے کہ جناب قومی اسمبلی، سینٹ اور صدر پارلیمنٹ بنتے ہیں ۔ قومی اسمبلی تو شکار ی کا شکارہونا ہی چلتا رہا ہے ۔ صدر صاحب شکاری ہیں اور قومی اسمبلی شکار ہے اور سینٹ بے اختیار ہے ۔ ہم فاروق صاحب کی قدر کرتے ہیں لیکن کیا انہوں نے تمام شکار کے ارمان اسی پانچ سال میں پورے کرنے کی ٹھانی ہے۔ میں ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ جس صدر کو ارکان پارلیمنٹ سے ملنے کی فرصت نہ ہو ۔ جناب اس صدر کو ہم نہیں مانتے ۔ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کا شکار ، آپ کی دیگر مصروفیات الگ ۔لیکن اگر آپ خود اپنی تقریر میں کہتے ہیں کہ جناب یہ پارلیمنٹ تین چیزوں پر مشتمل ہے ۔ قومی اسمبلی، سینٹ اور صدر پر ۔ سینٹ بے اختیار ہو ، قومی اسمبلی شکار ہو اور صدر شکار ی ہو تو جناب پھر اس ملک کا اللہ ہی حافظ ہے۔ آپ کے اپنے فرائض ہیں ۔ آپ کو ارکان پارلیمنٹ نے جس فرض منصبی پر صدر مملکت بنایا ہے ۔ اس کا آپ کو احترام کرنا ہوگا اور میں سمجھتا ہوں کہ جس صدر کو ۲۰۔۲۰ دن تک ایک رکن پارلیمنٹ نہیں ، پارلیمنٹ کے ارکان کے گروپ کو ملنے کی فرصت نہیں ہوتی ۔ خدا کی قسم وہ صدر اس لائق نہیں ہے کہ اسے پاکستان کا صدر کہا جاسکے۔ پھر یہ جملہ آپ اپنی اس تقریر سے جناب صدر صاحب ہٹا دیں کہ میں بھی پارلیمنٹ کا حصہ ۔ اگر واقعی آپ حصہ ہیں تو پھر پارلیمنٹ کو ، پارلیمنٹ کے اختیار ات کو ، پارلیمنٹ کی بالا دستی کو اور ارکان پارلیمنٹ کو آپ نے وقت دینا ہوگا اور اس کے لئے آپ کو اپنے دیگر مصروفیات کو

پس پشت ڈالنا ہو گا۔

جناب چیئرمین! میں بالکل پیارے انداز میں بات کرنا چاہتا تھا لیکن یقیناً پارلیمنٹ کے اندر رہ کر جو حالات سامنے آتے ہیں اس کے لئے یہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی آہنی اعصاب کا انسان ہی پارلیمنٹ کا ممبر بن سکتا ہے اور پارلیمنٹ کے اس دبڑ بوس کو وہ سہہ سکتا ہے ۔ کیوں؟ اگر جمہوریت کی بات ہے ۔ میں یقیناً وزیر قانون صاحب کا احترام کروں گا' میں انہیں "ن۔ د" کہہ سکتا ہوں ۔ انگریزی کی بجائے ہم براہوی میں آپ سے بات کرتے ہیں کیونکہ پورا نام تو آج تک مجھے بھی نہیں آتا ہے ۔

پروفیسر این ڈی خان : نبی داد خان ۔

حافظ حسین احمد : نبی داد خان ۔ تو این ڈی خان صاحب کی بجائے ہم آپ کو "ن۔ د" ہی کہتے ہیں۔ کیونکہ ہم بھی روٹی دال ہی کھاتے ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ کاش نبی کا جملہ آپ ع سے شروع نہ کریں' ن سے کریں۔ آپ اس لئے نہیں کرتے کہ نواز لیگ سے ڈرتے ہیں ۔ نہیں وہ الگ بات ہے یہ الگ بات ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جناب محترم نبی داد خان صاحب' ہمیں ان سے یہ توقع رکھی جا سکتی ہے کہ آئندہ وہ این ڈی خان کی بجائے اپنے آپ کو نبی داد خان لکھیں گے اور ہم یقیناً ان کا اس طرح احترام کریں گے جس طرح پہلے کرتے رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! صدر محترم نے ایک جملہ ارشاد فرمایا ہے کہ حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے ۔ یقیناً میں یہی گزارش کروں گا کہ قرارداد مقاصد میں یہی کچھ موجود ہے لیکن آج تک جناب' ہمیں یہ پتہ نہیں چل سکا کہ قرارداد مقاصد کا مقصد کیا تھا اور اس قرارداد مقاصد سے کیا حاصل کررہے ہیں آپ لوگ۔ کیونکہ حاکمیت اعلیٰ اللہ کی ہے ۔ اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ پارلیمنٹ کی ہے۔ پارلیمنٹ کی بالادستی' جمہوری اداروں کی بقا' ان کی عزت و احترام۔ جناب چیئرمین! یہ سب کہتے ہیں لیکن آیئے وزیر قانون صاحب ہم ۵ منٹ کے لئے سر جوڑ کر بیٹھیں کہ کیا عملی طور پر ہم نے پارلیمنٹ کی عزت' وقار پارلیمنٹ کا احترام سامنے رکھا ہے یا نہیں۔ جناب چیئرمین' آپ مجھے کہنے دیں کہ یہاں پر ایک رولنگ آئی ۔ یہ چیئرمین صاحب کا نہیں' ڈپٹی چیئرمین صاحب کا نہیں' سپیکر صاحب کا نہیں بلکہ یہ ایوان کا' ایوان کو دیئے ہوئے اختیار کا ایک انداز تھا لیکن افسوس سے کہا جا سکتا ہے کہ صرف انا کے لئے' صرف ایک مسئلے کو الجھانے

کے لئے ہمارے محترم سابق وزیر قانون و پارلیمانی امور نے بھی یہی بات کی او ہمیں توقع تھی کہ ہمارے نئے محترم وزیر قانون اور پارلیمانی امور کے نوخیز وزیر وہ تشریف لائیں گے اور ہم سمجھیں گے کہ پارلیمنٹ کی بالادستی کا دم بھرا جائے گا اور پارلیمنٹ کی بالادستی کو تسلیم کیا جائے گا لیکن جناب چیئرمین یہ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ

جھڑکی سہی ادا سہی چیں بہ جبیں سہی
سب کچھ سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی

وہ ایک نہیں جو اقبال حیدر صاحب کو لے ڈوب بیٹھا۔ وہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ جب ہمارے ہاں ناز نہیں ہوگا ضرور ہم کہیں گے جناب۔ میں گزارش کروں گا کہ ایک "نہیں" کی وجہ سے یہاں پر ایک آئینی بحران پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ۔ کل اقبال حیدر صاحب نے جو تقریر فرمائی میں نے یقیناً سوچا کہ ان کو وزیر بنانے کی بات غلط تھی ۔ کل ان کی تقریر ایک وزیرانہ تقریر تھی لیکن کافی تاخیر سے انہوں نے کی ۔ ہمیں توقع ہے کہ جب آپ کے اوپر یہ ذمہ داری عائد تھی ۔ کاش آپ اس وقت بھی ایسی تقاریر کرتے ۔ آپ اس ایوان کے ماحول کو بہتر بنا سکتے تھے لیکن آپ نے وزارت سے علیحدگی کے بعد ایسی بات کی ہے ۔

آٹھویں ترمیم کی بات ہے ۔ آیئے وزیر قانون صاحب ہم ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ آپ آیئے، آپ آٹھویں ترمیم کے خاتمے کے لیئے کس کا انتظار کر رہے ہیں جبکہ جمعیت علمائے اسلام نے اس ایوان کے فلور پر بھی 58(2)b کے خلاف ایک آئینی ترمیم دی۔ آپ اس بات کو کیوں روتے ہیں کہ جناب وہ لوگ ہمارے پاس آ کر یہ بات نہیں کرتے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کی یہاں اکثریت نہیں تھی۔ آپ یہاں بل پیش نہیں کرتے آپ کی اکثریت نہیں تھی، آپ یہاں قانون سازی کیا کرتے تھے۔ آپ مجھے بتائیں کیا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے کہ آپ اس فلور پر، قومی اسمبلی کے فلور پر 58(2)b کو ختم کرنے کے لئے اپنی آئینی ترمیم لے کر آئیں۔ جو ساتھ دے گا اسے بھی قوم دیکھے گی جو ساتھ نہیں دے گا اسے بھی قوم دیکھے گی۔ یہ بہانہ بازیاں کیا آپ اس لئے ڈرتے ہیں کہ جب نواز شریف صاحب نے یہ بات کی تو ان کی چھٹی ہو گئی۔ آپ بھی اپنے لائے ہوئے صدر سے ڈرتے ہیں۔ وزیر قانون میں صاف بات کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ واقعی ان ایوانوں پر لٹکی ہوئی تلوار کا خاتمہ چاہتے ہیں تو آیئے آپ حکومت کی طرف سے آئینی ترمیمی بل لایئے اور ہم دیکھتے ہیں کہ کون شخص ہے قوم کے سامنے اس کا

چہرہ آئے گا کہ وہ اس آئینی ترمیم کی حمایت کرتا ہے یا اس آئینی ترمیم کی مخالفت کرتا ہے۔ اس بات کو کم از کم جناب چیئرمین میں تسلیم نہیں کر سکتا کہ میں یہ کہوں گا کہ جناب جب تک نواز شریف صاحب آپ سے مذاکرات نہ کرے، جب تک وہ آپ کو دستک نہ دے کہ جناب ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کے جو اپنے فرائض منصبی ہیں اس کو آپ پورا کیجئے ۔ جو آپ کا ساتھ دینا چاہتا ہے وہ وقت بتائے گا کہ کون آپ کا ساتھ دینا چاہتا ہے۔ اور اگر کوئی نہیں دینا چاہے تو پھر وہ قوم کو جواب دہ ہے۔

جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ صرف الفاظ کی ہیرپھیر سے اس انداز میں یہ بات صحیح نہیں ہو سکتی۔ پارلیمنٹ کی supremacy، پارلیمنٹ کے اختیارات اور پارلیمنٹ کے اوپر لٹکی ہوئی تلوار کے خاتمے کے لئے اگر آج آپ کام نہیں کریں گے تو یقیناً پاکستان کی تاریخ اپنے آپ کو، خدانخواستہ نہ دہرائے ----- یہاں ہر آنے والے کا سر، آنے والے نے ہی کچلا ہے۔ بھٹو صاحب نے جس کو ترقی دی اسی نے اسے لٹکایا۔ نواز شریف صاحب کو جو لے کر آئے اسی نے اس کو ---- آگے آپ ضرب تقسیم کر سکتے ہیں۔ جناب چیئرمین، میری وزیر قانون اور پارلیمانی امور سے دست بستہ گزارش ہے کہ آج محترم اجمل خٹک صاحب نے فرمایا کہ پرنالہ وہیں کا وہیں ہے۔ اب وہ پرنالہ نہیں ہے اب وہ گندا نالہ ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ گندے نالے کو ہٹایا جائے یا گندا نالہ سینٹ اور قومی اسمبلی کے اوپر بہتا رہے۔ یہ تاریخ بن رہی ہے۔ تاریخ رقم ہو رہی ہے۔ اگر آپ اپنی تاریخ کو صاف رکھنا چاہتے ہیں تو چھوڑیئے اس انا کو، اس ضد کو اور برملا کہہ دیجئے کہ سینٹ نے، قومی اسمبلی کے ایوان نے جو اختیار دیا ہے ایوان کو، اس اختیار کو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے یہاں دنیا میں بھی کوئی اپنے base پر نہیں آتا اور نہ کوئی اپنے base پر جاتا ہے۔ اسی طرح حکومت میں بھی جو آتے ہیں۔

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

جناب حسین شاہ راشدی۔ لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے

حافظ حسین احمد ۔ قضا لے چلی چلے۔ لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے۔ اب قضا کہاں ہے؟ قضا تو وہاں بیٹھی تھی، جہاں پر بینروں کے رخ تھے ۔ قومی اسمبلی کے ہال میں

بیٹروں کے رخ وہاں پر تھے۔ فضا وہاں بیٹھی تھی۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ خدارا۔ آپ ہوں، نہ ہوں لیکن پارلیمنٹ کی بالادستی اور پارلیمنٹ کی supremacy کا کچھ خیال رکھیں۔ جناب صرف آپ کی رولنگ کی بات نہیں۔ میں نے گزارش کی کہ پارلیمنٹ کے ایوان کی بات ہے۔ پارلیمنٹ کے ایوان کا فیصلہ، پارلیمنٹ کے وقار کی بات ہے۔ ہم یہاں سب کچھ کرتے ہیں لیکن کیا ہم نے آئین سازی کی کیا ہم نے مثبت قانون سازی کی کیا ہم قوم کو اقتصادی پالیسی دے سکے مجھے آپ بتائیے آپ صومالیہ میں فوج بھیجتے ہیں، پارلیمنٹ کے ارکان کو پتہ نہیں۔ آپ کی Foreign Policy کا ہمیں علم نہیں۔ آپ کی کشمیر پالیسی کا ہمیں علم نہیں۔ آپ بجلی کا سودا کرتے ہیں آپ پاکستان کی سالمیت پر بجلی گرانا چاہتے ہیں اور ہمیں علم نہیں۔ جناب چیئرمین! آپ گوادر کا سودا کرنا چاہتے ہیں اور ہمیں علم نہیں۔ میں برملا کہوں گا کہ ہمارے وزیر دفاع نے دفاعی بیان دیا۔ لیکن میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آج بلوچستان کو بتایا جائے کہ کیا ہم کسی کی نو آبادیاتی کالونی ہیں۔ صدر ایوب نے کسی کو پٹے پر دے دیئے کچھ علاقے، کسی کو تحفے میں دے دیئے کسی کو ناشتے میں دے دیا اور اب ہماری بندرگاہ اور اس کی زمین پٹے پر دی جا رہی ہے۔ ہم اپنے گلے میں کوئی پٹہ نہیں ڈالنا چاہتے۔ ہم آزاد ہیں آزاد رہیں گے۔ ہم پاکستان کا حصہ ہیں لیکن کسی بھی مرکزی حکومت کو یہ اختیار نہیں دے سکتے کہ وہ اومان کا پٹہ made in American پٹہ وہ اومان کی زنجیر میں لا کر آج بلوچستان کے گلے میں ڈالے۔ اومان کے پاس کیا ٹیکنالوجی ہے اومان کے پاس کیا وسائل ہیں وہاں پر ڈسپوز ایبل سرنج بھی یہاں سے جاتا ہے۔ وہاں پر تمام چیزیں کنڈکٹر، نرس تمام چیزیں یہاں سے مہیا ہوتی ہیں۔ آپ خدارا ہمیں اعتماد میں لیں۔ آپ بند کمرے میں ارکان پارلیمنٹ کو اعتماد میں لیں۔ ہمیں بتایا جائے کہ آخر وہاں کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے یقیناً جب آپ بات کرتے ہیں سندھ کی، جب آپ بات کرتے ہیں بلوچستان کی جب آپ بات کرتے ہیں اخوت کی، جب آپ بات کرتے ہیں رواداری کی، تو پھر آئیے یہ ایوان چاروں صوبوں کے اتحاد کا مظہر ہے۔ چاروں صوبوں کی مساوی نمائندگی کا، باوجود اس کے کہ ہمارے ساتھ کبھی ہاتھ کیا جاتا ہے۔ فاٹا اسلام آباد کے ذریعے، اور اپنی اکثریت بنائی جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی ہم سمجھتے ہیں کہ یہ وہ ایوان ہے جس میں یونٹوں اور صوبوں کو کسی نہ کسی حد تک اس حساب سے ان کی محرومیوں کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جناب آپ ہمیں بتائیں کہ یہ معاملات کیوں یہاں نہیں لائے جاتے۔ کیا بات ہے۔

اگر آپ بجلی کی بات کرتے ہیں آپ اسے ایوان میں قرار داد کے ذریعے پیش کریں آپ اس پر بحث کریں ۔ آپ ایوان سے اس کی منظوری لیں۔ اگر پریسلر ترمیم پورا آپ کے گلے میں کانٹا بن چکا تھا ۔ آپ مجھے بتائیں کہ وہ بھی ایک ادارے کا پاس کردہ ہے ۔ کوئی بھی شخص جس طرح صدر محترم نے فرمایا کہ جناب یہ جمہوری ادارے جو ہیں پارلیمنٹ عوام کے دیئے ہوئے اختیارات کے تحت جو حکومت چلائیں گے ہم سمجھتے ہیں کہ پارلیمنٹ کے ارکان کو اس انداز میں خدا را ان کے حقوق احساس ذمہ داری کو پامال نہ کیا جائے۔ جناب چیئرمین! میں بالکل مختصر عرض کر رہاہوں ۔ کہ پارلیمنٹ میں گالی گلوچ ٹھیک نہیں ہے۔دھکم پیل میں جس طرح صدر صاحب نے خطاب فرمایا' میں تو راشدی صاحب یہ سوچتا رہا کہ یہ تو اللہ کا شکر ہے کہ ایک عورت اور دوسری کم از کم ---- اگر خدا نخواستہ دوسرا بھی حقیقتاً قائد حزب اختلاف بھی عورت ہوتی تو کیا حشر ہوتا یعنی جو گالی گلوچ اور لڑائی جو مشہور ہے عورتوں کی' یہ تو ایک عورت ہے اور دوسری طرف خدانخواستہ بھی حقیقتاً اگر عورت ہوتی تو پتہ نہیں کیا حشر ہوتا ہم سمجھتے ہیں جناب کہ صدر محترم کو چاہئیے کہ وہ لوگوں کو بتائیں مذاکرات کریں لیکن میں معذرت سے کہوں گا اشتیاق اظہر صاحب بیٹھے ہیں کہ کراچی میں مذاکرات کے لئے صدر صاحب کے پاس بھی کوئی اختیار نہیں تھا اور ان کے وفد کے پاس بھی کوئی اختیار نہیں تھا ۔ حقیقت ہے شاید یہ برا لگے انہیں ۔ لیکن دونوں طرف بے اختیار گروپ بیٹھے ہوئے تھے ۔ یہاں اصل اختیار محترمہ کے پاس ہے اور وہاں اصل اختیار محترم کے پاس ہیں ۔میں بتانا چاہتا ہوں اس حقیقت کو یہاں آپ سب کو تسلیم کرنا ہو گا ۔ آپ کا صدر بھی بے اختیار تھا آپ کا وفد بھی بے اختیار تھا ۔ اگر واقعی آپ مذاکرات کرنا چاہتے ہیں تو کسی کو لا کر نہیں میز پر بٹھا کر مذاکرات کریں۔ یہ مذاکرات شرکت اقتدار سے بھی آگے بڑھ چکاہے ۔ اب یہ شرکت اختیارت کے تحت ہو گا ۔شرکت اختیارات سے کم کسی بات پر بھی شاید سندھ میں امن قائم نہیں رکھ سکتے۔

جناب چیئرمین! ہم سمجھتے ہیں کہ ان تمام باتوں کو ہم اس لئے نہیں کہتے کہ اختلاف برائے اختلاف کی بات ہے لیکن اگر غیر ملکی سرمایہ کاری کے لئے جو ترغیبات ہیں ----- یہ تو مجھے علم نہیں کہ وہ ترغیبات ذاتی ہیں یا قومی ہیں۔ اگر ذاتی ترغیبات ہیں تو آپ جانیں آپ کی ترغیبات جانیں۔ اگر قومی ہیں پھر قوم کے ایوانوں کو اعتماد میں لیا جائے ۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں بجلی چاہئیے لیکن بجلی کی کرسی قوم کو نہیں چاہئیے ۔ ہم ایسی بجلی نہیں چاہتے کہ جس کرسی پر

آپ قوم کو اور ملت کو بتائیں اس کا بٹن بیرونی لابی کے پاس ہو، جو آپ کے ملک میں بجلی کے لئے وسائل فراہم کر رہی ہے اور وہ بٹن دبا دے اور آپ کا بچا کھچا پاکستان خاکم بدہن اس کا وجود نہ رہے۔ جناب چیئرمین! میں یہی گزارش کروں گا کہ آپ تعلیمی پالیسی دیں، آپ اقتصادی پالیسی دیں اور یہ پالیسیاں ایوانوں سے سامنے آئیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ جی حافظ صاحب۔

حافظ حسین احمد۔ جناب میں سارے ورق اسی طرح الٹ رہا ہوں جس طرح یہ ہیں۔ جناب چیئرمین! میں یہ گزارش کروں گا کہ بلوچستان میں گوادر کے مسئلے پر قبل اس کے کہ لوگ ایک بار پھر شکوک و شبہات میں مبتلا ہوں اور ایک بار پھر وہ طریقہ اختیار کریں جو ملک کی سالمیت، ملک کے وقار اور ملک کی یکجہتی کے منافی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے کو وزیر پارلیمانی امور لے کر آئیں۔

دوسری بات جناب ہمارے ہاں بہت سی ملیں ہیں۔ ہمیں تعجب ہے کہ ہم سوال پوچھتے ہیں جواب آتا ہے کہ جی وہاں کوئی بولی نہیں دی گئی ہے اور وہاں پتہ چلتا ہے کہ کسی صاحب کی تحویل میں دے دی گئی ہے۔ ہرنائی وولن مل کی بات ہے، دوسری ملوں کی بات ہے۔ میں یہی گزارش کروں گا کہ جناب صوبہ بلوچستان کے جو چند گنے چنے بند کارخانے اور ملیں ہیں، اس کے لئے ایوان کو اعتماد میں لیا جائے، ارکان پارلیمنٹ کو جن کا بلوچستان سے تعلق ہو، وہ آپ کی پارٹی سے ہو، کسی اور سے ہو، انہیں آپ بٹھائیں اور انہیں آپ اعتماد میں لیں۔ خدا را یہ نجکاری کو فریب کاری سے بچائیں۔ نجکاری کو فریب کاری سے بچائیں اور Privatization Commission سے خدا کے لئے privatization کو اور commission کو الگ کر دیں۔ جب یہ Privatization Commission رہے گا، ہم کسی کی نیت پر شک نہیں کرتے لیکن اس کے لئے ہم سمجھتے ہیں کہ ایوان کو اعتماد میں لیا جائے۔ مواصلات، Telecommunication یہ موٹروے، کل موٹروے تھا آج اس کے حصص بک رہے ہیں اس کے لئے بھی جناب چیئرمین! اعتماد میں لیں تا کہ کوئی بھی طالع آزما زید، بکر، زردار نہ بن سکے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ زر ایسی چیز ہے کہ جس کو بھی اس کی لت لگ جائے وہ پانی نہیں مانگتا۔ اس کے پاس سب کچھ ہوتا ہے لیکن حرص اور پیاس اس کی نہیں بجھتی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ۔

خوشی، راحت، مزہ، آرام ہے سب زر کے ہونے سے
یہ وہ شے ہے کہ جس کی مانگ ہے ہر ایک کونے سے
میں سچ کہتا ہوں کہ شیطان بھی سجدے میں گر پڑتا
بناتے خاک کے بدلے اگر آدم کو سونے سے

میں گزارش کروں گا کہ یہ جو بچے کھچے ہمارے منصوبے ہیں، ان کو خدا را اس Privatization Commission کے اس کمیشن سے بچائیں۔ اور یقیناً نجکاری کے لئے آپ ان کو اعتماد میں لیں گے ۔ اور جناب چیئرمین ! میں گزارش کروں گا کہ طبقاتی نظام تعلیم کو خدا را ختم کریں ۔ محترم شیخ رفیق صاحب نے اس بارے میں کچھ بتایا تھا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایک نظام تعلیم وہ ہے جو بڑے لوگوں کے چھوٹے بچے پڑھتے ہیں اور ایک وہ ہے کہ ضلع چاغی میں آپ جائیں، نوکنڈی آپ جائیں یہاں پر ایک سکول ہے جس کی چاردیواری نہیں ۔ پانی نہیں۔ وہ واحد سکول ہے جہاں پر لوگ بستہ بعد میں لے جاتے ہیں اور پینے کا پانی پہلے لے جاتے ہیں۔ جس طرح ڈاکٹر صاحب نے کہا تھا کہ وہاں پر ایک سو روپیہ فی کینستر پانی فروخت ہوتا ہے۔ اور وہ بین الاقوامی شاہراہ جس کو کہتے ہیں لندن روڈ جس کے کنارے پر نوکنڈی واقع ہے وہاں پر بچے اپنی کتاب تو بھول سکتے ہیں لیکن پانی کو نہیں بھول سکتے کیونکہ وہاں پر نہ ٹاٹ ہے اور وہ ریت پر بیٹھتے ہیں اور دوسری طرف جو بچے جس انداز میں بیٹھتے ہیں ۔

جناب صدر آپ کے اخراجات کا کیا کہنا۔ خدا را ان اخراجات کو کم کریں ۔ ہمیں بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے یہ ہمیں یہ فوٹو سٹیٹ کاپی دے دی ہے لیکن کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ کے صاحبزادے امریکہ میں پڑھتے رہے ان کی نجی تقریب میں آپ سرکاری جہاز لے کر گئے۔ ستائیس ہزار ڈالر ان لیموزین ٹیکسیوں کے کرائے تھے جو روٹی کے لوٹے اس میں پھرتے رہے ۔ میرے پاس نگرز ہیں اور خدا را جو جاتے ہیں اور آپ بھی گئے ہیں۔ آپ جا کر اپنے قونصل خانے کو دیکھیں جس کا دروازہ رسی سے باندھا گیا ہے۔ وہاں ہم لفٹ پر گئے تو جو دروازہ ہے اس کی انہوں نے رسی کھینچی تو رسی ٹوٹ گئی۔ اور جب ہم دوسری منزل پر گئے تو ہم اڑھائی منزل پر معلق تھے یعنی دو سے تو گزر گیا اور تین سے پہلے رک گیا تھا میرے خیال میں آپ بھی اس کے گواہ ہیں۔ آپ خدارا ان کی حالت دیکھیں۔ ایک آدمی جو ان کا قونصلیٹ ہے پورے امریکہ اور کینیڈا سے جو لوگ آتے ہیں ان کو deal کرتا ہے آخر ہماری یہ شہ خرچیاں

جناب کہاں جائیں گی۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اپنے اخراجات کو کم کریں۔ میں ان چیزوں میں نہیں جانا چاہتا لیکن جناب چیئرمین ہم سمجھتے ہیں کہ آپ سادگی اور رواداری اوپر سے شروع کریں ۔ پانی گدلا اگر اوپر سے ہو اور نیچے سے آپ چھانتے رہیں ۔ فوٹو سٹیٹ کاپیاں بھیجتے رہیں اور یہ تاثر دیں ارکان پارلیمنٹ کو کہ جی ہم بچت کر رہے ہیں ۔ بچت ہو رہا ہے لیکن کس کے لئے بچت۔

جناب چیئرمین! میں اپنی بات کو مختصر کرتا ہوں ۔ اس استاد سے کیا توقع رکھی جا سکتی ہے جو بیچارہ صرف بارہ سو یا سترہ سو کا ملازم ہے ۔ وہ ان بچوں کو کیا پڑھائے گا ۔ جناب چیئرمین اس تعلیمی تفاوت کو ختم کیا جائے ۔ آج استاد کا پیشہ معزز پیشہ نہیں ہے ۔ آج آپ پوچھیں گے کہ جناب آپ کیا ہیں وہ کہے گا کہ جناب میں تو لیکچرار ہوں ۔ اوہ ہو یہ تو بیچارہ لیکچرار ہے، پروفیسر ہے۔ کسی کو آپ کہیں وہ کہے گا جناب میں کسٹم میں سپاہی ہوں ۔ حضور کیا حال ہے آپ کا کہاں رہتے ہیں ؟ ذرا ایڈریس بتا دیں۔ نارکوٹکس میں آپ سپاہی ہیں ۔ آخر اس تفاوت کو کوئی فرشتے آ کر جناب چیئرمین ختم نہیں کریں گے ۔ یہ ہماری اور آپ کی ذمہ داری ہے ۔ اب اس چیز کو ختم کیا جائے کہ اگر لیکچرار اور پروفیسر کی کوئی اہمیت نہیں ہے ۔ کوئی وقعت نہیں ہے ۔ یہاں پر لوگ آتے ہیں ۔ ہمارے پاس آتے ہیں کہ جناب آپ کو ۱۷ گریڈ میں لیکچرار رکھیں گے ۔ پروفیسر بنائیں گے۔ شیخ صاحب ہنس رہے ہیں کئی درخواستیں ان کے پاس ہیں ۔ وہ کہتے ہیں شیخ صاحب ہمیں لیکچراری نہیں چاہیئے آپ کسٹم میں سپاہی بھرتی کرا دیں۔ جناب چیئرمین میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیزیں ایسی ہیں ان کو نوٹ کیا جائے ۔ ہمارے ملک میں صحت کا یہ حال ہے کہ وزیر صحت ہی نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ حافظ صاحب آپ ۱۲ منٹ اوپر لے چکے ہیں ۔

حافظ حسین احمد۔ جناب میں اقلیتوں کی بات کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ نہیں آپ کی گفتگو میں چاشنی بہت ہے مگر تھوڑا سا اختصار سے کام لیجئے ۔ یہ بہتر رہے گا۔

حافظ حسین احمد۔ جس طرح آپ فرمائیں میں نے تو کبھی ایسی بات نہیں کی ہے جو آپ کی تکلیف کا باعث بنے ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ نہیں آپ کی گفتگو میں چاشنی بہت ہے۔ مگر اختصار سے

کام لیجیئے ذرا سا تو بہتر رہے گا۔

حافظ حسین احمد۔ جس طرح جی آپ فرمائیں، میں نے تو کبھی ایسی کوئی بات نہیں کی ہے جو آپ کے لئے تکلیف دہ ہو۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ نہیں چاشنی میں نے کہا۔

حافظ حسین احمد۔ نہیں میں نے کہا شاید آپ کو sugar ہو۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ نہیں میں نے چاشنی کا لفظ استعمال کیا۔

حافظ حسین احمد۔ جناب چیئرمین! میں یہ گزارش کروں گا کہ جہاں تک اقلیتوں کا تحفظ ہے ہم سمجھتے ہیں کہ اقلیتوں کے حقوق سب سے زیادہ اسلام میں دیئے گئے ہیں۔ اور میں اس بارے میں ان کی توجہ دلانا چاہتا ہوں بہر حال میں انہیں مبارک باد دیتا ہوں۔ یہاں پر ہمارے نیشنل پارٹی کے ممبران بھی بیٹھے ہوئے ہیں کہ ایک متفقہ ترمیم تھی جو قادیانیوں کے متعلق تھی، اور یقیناً ہم کسی ایسی چیز میں بخل نہیں کرتے جس کا کریڈٹ پاکستان پیپلز پارٹی کو جاتا ہے جو انہوں نے سو سالہ پرانا ایک مسئلہ حل کیا۔ اور یہ وہ واحد ترمیم تھی، جہاں ترامیم کو ختم کرنے کی بات آئی تھی اقبال حیدر صاحب نے کی تھی، میں وضاحت کروں اس کے بعد ۱۹۷۷ء تک جو یکطرفہ ترامیم ہیں اس پر بھی تھوڑی سی نظر ثانی ہونی چاہیئے۔ ٹھیک ہے جی۔ اور ساتھ ساتھ کیونکہ ولی خان صاحب کے بھی اس پر دستخط ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس ۱۹۷۴ء کی ترمیم پر عمل در آمد ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی اقلیت اپنے آپ کو اقلیت سمجھتی ہے تو اس کے لئے ہماری باہیں وا ہیں اور اگر وہ آئین کی کسی ترمیم کو نظرانداز کرتی ہے پھر اس کے لئے جناب وزیر قانون دفعہ ۲ کو بھی کبھی استعمال میں لائیں۔ یہ دفعہ ۲ بیٹھ کر کہیں سڑ نہ جائے۔ میں یہی گزارش کروں گا کہ اقلیتوں کا تحفظ اور اقلیتوں کے حقوق کی بات ہے اور آخر میں خواتین کے حقوق کی بات ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ انہیں نرغا کیوں رہے ہیں۔ یا تو آپ ایک فیصلہ کریں کہ رقبہ کی بنیاد پر سیٹیں دیں، تب آپ کے فارمولے پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر قومی اسمبلی کی نشستیں آپ آبادی کی بنیاد پر تقسیم کریں گے تو پھر آبادی کی بنیاد پر خواتین کی نشستیں تقسیم کریں۔ پھر یہ بھی کیا جائے کہ جو فارمولا آپ دے رہے ہیں قوم کو اس کے تحت تو یہ ہے کہ ارکان پارلیمنٹ جو مرد ہیں وہ تو خواتین منتخب کریں۔ جو مرد ارکان

ہیں پروفیسر این۔ ڈی۔ خان صاحب ہیں رضا ربانی صاحب ہیں یہ خواتین کے نمائندے بنیں۔ اور یہ جب این۔ڈی۔ خان اور دوسرے قومی اسمبلی کے ارکان جس کو ووٹ دیں وہ خاتون پھر ان کی نمائندہ ہوگی خواتین کی نہیں ہوگی۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں۔ اس لئے میں گزارش کروں گا کہ خواتین خواتین کو ووٹ دیں اور مرد حضرات ' مردوں کو ووٹ دیں' پھر سو فیصد خواتین کی نمائندگی ممکن ہوسکے گی۔ ورنہ آپ جس خاتون کو منتخب کریں گے ' وہ خاتون تو خواتین کی نہیں بلکہ خوانین کی مرہون منت ہوں گی' جنھوں نے انہیں ووٹ دیا۔

جناب چیئرمین مجھے احساس ہے اور میں جلدی ختم کرنا چاہتا ہوں۔ اب منشیات کی بات ہے ۔ ہمارے بلوچستان میں بھی یہ آفت یا آگ تیزی سے پھیل رہی ہے۔ لیکن جناب چیئرمین میں گزارش کروں گا کہ منشیات کا خاتمہ کس طرح ممکن ہوسکے' جو ہمارے مہمان بھی بنے ہم ان کے مہمان بنے۔ وہ ہمارے مہمان کبھی ہوتے ہیں اور کبھی ہمارے میزبان ہوتے ہیں۔ میں گزارش کروں گا کہ خدا را آپ کسی بھی قانون کو اس حد تک لاگو کریں چاہے وہ میرے عزیز و اقارب ہوں' میں ان سے منسلک ہوں یا وہ مجھ سے منسلک ہوں اس کے لئے کوئی تخصیص نہ ہو۔ میں یہی گزارش کروں گا جناب کہ منشیات کے پھیلاؤ کو روکا جائے اوراس کے لئے واحد طریقہ یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے چند کروڑ خرچ کرکے ایوانوں میں آجاتے ہیں اور اللہ آپ کی کرسی کو اور دوسروں کو بھی بچائے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اگر یہی حالت رہی اور اگر آپ نے متناسب نمائندگی کی بنیاد پر انتخابات نہیں کیے تو وہ دن دور نہیں صاحب صدر جناب سردار فاروق لغاری صاحب آپ کی جگہ پر کوئی بہت بڑا خدا نہ خواستہ سمگلر نہ بیٹھے۔ میں آپ سے سنجیدگی سے یہ گزارش کررہا ہوں اور این۔ ڈی۔ خان صاحب اس میٹنگ میں تھے All Parties کے جب میں نے یہ قرارداد پیش کی تھی JUI کی طرف سے متناسب نمائندگی کی۔ اور تمام parties نے اسے تسلیم کیا تھا۔ میں اپنے ان دوستوں سے بھی گزارش کروں گا ' خدا را ایوانوں کو اگر آپ نے پاکیزہ رکھنا ہے تو پھر آپ اس منشیات کی رقومات کی ریل پیل سے انہیں محفوظ رکھیں اور خدارا متناسب نمائندگی کی بنیاد پر آپ حضرات جو ہیں وہ ایک آئینی ترمیم لائیں تکہ متناسب نمائندگی کی بنیاد پر آسکیں۔

جناب والا! باقی جی کراچی کے متعلق میں یہی گزارش کروں گا کہ یہ بانی پاکستان کا شہر ہے ۔ مجھے افسوس ہے یہاں پچھلی دفعہ کہا گیا کہ بانی پاکستان نے اسلام کے لئے ملک نہیں بنایا

تھا کسی اور مقصد کے لئے بنا یا تھا ۔ میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا لیکن ہم نے قائد اعظم کے پاکستان کا جو حال کیا ہے کیا وہی ہم قائد کے شہر کا کرنا چاہتے ہیں ۔ ہم کہتے کہ خدا را ان معاملات کو سنجیدگی سے لیں ۔ میری آخری گزارش یہ ہے کہ ہم بھی اس پارلیمنٹ کے ممبر ہیں ۔ آپ کی رولنگ میں ایک بات واضح ہونی چاہیئے کہ اگر پارلیمنٹ کا کوئی بھی ممبر چاہے وہ قائد ایوان قومی اسمبلی ہو ' قائد حزب اختلاف قومی اسمبلی ہو' قائد ایوان سینٹ ہو یا قائد حزب اختلاف سینٹ ہو' اگر اس پر بدعنوانی کا دھبہ ہے' خدا را آپ سب بلا تخصیص یک زبان ہو کر اس کے احتساب کا اعلان کریں۔ معین قریشی صاحب کی جو نادہندگان کی فہرست ہے اس کو خدا را آپ اس پارلیمنٹ کے دروازے پر لٹکا دیں اور جو بھی آئے پہلے اسے دیکھیں کہ یہ صدر صاحب ہیں' وزیر اعظم صاحبہ ہیں' کون آ رہا ہے۔ اگر فہرست میں ان کا نام نہیں ہے تو اسے اندر جانے دیں اگر فہرست میں نام ہے تو اسے اندر کریں اور پھر احتساب کریں ۔ اگر آپ نے احتساب نہیں کیا تو پھر یہ صورتحا ل ناگفتہ بہ ہو جائے گی ۔ ان الفاظ کے ساتھ میں آپ سے رخصت لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ شکریہ حافظ صاحب۔ بیرسٹر مسعود کوثر صاحب ۔

سیدمسعود کوثر۔ جناب چیئرمین' میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس انتہائی اہم موقع پر اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا ہے ۔ صدر مملکت کی ۱۴ نومبر کی تقریر کے حوالے سے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اگر تعصب کی عینک اتار اس کا مطالعہ کیا جائے تو میں پورے دعوے کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ صدر مملکت کی تقریر ایک قومی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے اور قومی زندگی کا کوئی بھی ایسا پہلو نہیں ہے جس پر صدر محترم نے اپنے خیالات کا تحریری اور زبانی طور پر اظہار نہ کیا ہو ۔ جناب والا' آئین کی بالا دستی ' جمہوریت کا استحکام' جمہوری اداروں کا استحکام' قومی مسائل پر افہام وتفہیم ' کوئی ایسا شعبہ نہیں تھا جس پر بڑے objective طریقے سے خیالات کا اظہار نہ کیا گیا ہو اور جناب والا ایک ہی بات دوقسم کے لوگ کرتے ہیں ۔ تواب یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آیا یہ شخص جو کچھ کہتا ہے اس کاماضی میں کیا کردار رہا ہے ۔یہ شخص جو اصول کی بات کہتا ہے کیا اس کے ساتھ اس کی commitment ہے یا نہیں۔ جناب والا! ہم بعض حقائق کو دہرا کر کریڈٹ نہیں لینا چاہتے لیکن میں یہ عرض کر دینا

چاہتاہوں کہ صدر مملکت کی جو باتیں ہیں ۔ اس کے ماضی کو جب تک نہ دیکھا جائے تو اس کے بعد ہی آپ کہہ سکیں گے کہ واقعی وہ جو بات کہہ رہے ہیں ۔ ان کی اس میں conviction ہے ۔ جناب والا بدقسمتی سے پاکستان کی صدارت کا نام بہت سے لوگوں پر چسپاں کیا گیا ہم ان لوگوں کو بھی صدر کہتے تھے جو فوجی آمریت کے ذریعے زبردستی عوام کو دھوکہ دے کر ریفرنڈم کے ذریعے صدر بنے اور انہوں نے بھی صدر کی حیثیت سے جمہوریت کی باتیں کیں عوام کی باتیں کیں غریبوں کی باتیں کیں۔ لیکن ان کا ماضی داغدار تھا ۔ان کا ماضی اس بات کی گواہی دیتا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں۔ ان کا عمل اس کے متضاد تھا۔ اور ایک تعجب کی بات یہ ہے کہ ہم لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ ہم نے صدر کو ڈکٹیٹر کے انداز میں دیکھا ہے اور اب بھی ہم یہ سمجھتے ہیں کہ صدر جو ہے اسی قسم کی کوئی چیز ہے ۔ یہ پہلا صدر ہے جو کہ صدر کے رول کو ایک پارلیمنٹری ڈیموکریسی میں دیکھتا ہے ۔ ہم نے پارلیمنٹری ڈیموکریسی کے لئے جدوجہد کی ہے ۔ ہم نے پارلیمنٹری ڈیموکریسی کے لئے قربانیاں دی ہیں ۔ اور ہمارے صدر یہ فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایسے سیاسی کارکن ہیں جنہوں نے پارلیمنٹری ڈیموکریسی کے لئے جدوجہد کی قربانیاں دیں اور آج وہ خود اس کرسی پر بیٹھ چکے ہیں جس کے لئے ان کی یہ conviction تھی کہ پارلیمنٹری ڈیموکریسی پاکستان میں ہونی چاہیئے ۔ اس لئے جناب والا مجھے بہت افسوس ہے ۔ جب سردار فاروق خان لغاری کا مقابلہ ان لوگوں سے کیا جاتا ہے۔ جو کہ جمہوریت پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ جنہوں نے جمہوریت کو قتل کیا تھا۔ جنہوں نے اسمبلیوں کو قتل کیا تھا۔ جنہوں نے اسمبلیوں کی حاکمیت کو تہ تیغ کر دیا تھا۔جناب والا مجھے امید تھی کہ وہاں سے کم از کم بعض ہمارے معزز اراکین حقیقت پسندی سے کام لیں گے ' انصاف سے کام لیں گے ۔ سچائی سے کام لیں گے۔ لیکن مجھے دکھ ہے کہ آج وہ لوگ جو سچائی کا دعویٰ کرتے ہیں ۔ جو ان اداروں کی حاکمیت کا دعویٰ کرتے ہیں جو آئین کی بالادستی کا دعویٰ کرتے ہیں ۔ آج انہوں نے اس صدر کو بھی اسی پلڑے میں ڈالا جو کہ جمہوریت کے مخالف ہیں ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ صدر صحیح طور پر اپنا آئینی رول ادا کر رہے ہیں ۔ اگر ان لوگوں کے ذہنوں میں جو ڈکٹیٹرانہ صدر کا تصور ہے تو میں آپ کے توسط سے اور اس ایوان کی وساطت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ پاکستان کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ آج پاکستان کا صدر ایک ایسا صدر ہے جو کہ صحیح جمہوری طریقے سے نہ صرف منتخب ہوا ہے بلکہ اس کا سیاسی کردار بھی اس کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے ۔ اس لئے آج کے صدر کو ہم نے

مختلف دیکھنا ہے۔" آج میں ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ کہ انہوں نے بڑے حوصلے سے، بڑے تدبر سے، ایک جمہوری شخصیت کی حیثیت سے اپنے فرائض آئینی طور پر سرانجام دیئے ۔ جناب کیا ایوان کی حاکمیت کی جو لوگ باتیں کرتے ہیں ۔ یہ صدر لغاری صاحب نے نہیں کہا کہ پارلیمنٹ، صدر، نیشنل اسمبلی اور سینٹ پر مشتمل ہے یہ آپ کا آئین کہتا ہے آپ جس آئین اور ایوان کی بالادستی کی بات کرتے ہیں ۔ کیا آپ نے اس آئین اور اس ایوان کی بےحرمتی نہیں کی جناب والا! بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس ہاؤس میں آ کر وہ قانون سے مبرا ہو جاتے ہیں۔ وہ آئین سے مبرا ہو جاتے ہیں۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ اس ہاؤس کے اندر اس ایوان کے اندر جو بھی مجرمانہ کارروائی کی جائے گی۔ وہ شخص اتنا ہی جوابدہ ہے عدالتوں میں اور قانون کی نظر میں، جتنا کوئی دوسرا شخص ہو سکتا ہے۔ کیا پریولجز کی بات کی جاتی ہے کیا یہ پریولج ہے کہ صدر پر مجرمانہ حملے کئے جائیں۔ اور جناب والا جب ان لوگوں کا محاسبہ کیا جاتا ہے تو پھر چیخ و پکار ہوتی ہے۔ کہ جناب ہم انتقامی کارروائیاں کرتے ہیں۔

جناب والا! اس تقریر میں اور مجھے دکھ ہے کہ اکثر ممبر صاحبان نے اس طرف سے یہ تقریر نہیں پڑھی ہے پہلے سنی نہیں اور بعد میں پڑھی نہیں ۔ اگر انہوں نے یہ تقریر حوصلے سے سنجیدگی سے پڑھی ہوتی یا سنی ہوتی تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ کم از کم اس طرف سے داد کے چند الفاظ ضرور آتے ۔ انہوں نے حقیقتاً ایک سال کی کارکردگی کا جائزہ لیا ہے۔ انہوں نے ان باتوں کو اچھا کہا ہے جو وہ سمجھتے تھے جو اس قوم کے بہتر مفاد میں تھیں۔ جہاں کمزوریاں تھیں ان کی نشاندہی کی ہے۔ اور ان کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے انہوں نے تجاویز بھی پیش کی ہیں۔

جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ پاکستان کی تاریخ میں ایک انتہائی اہم اور خوشگوار وقت ہے۔ کہ نہ صرف صدر پاکستان، بلکہ وزیر اعظم پاکستان، وہ بھی اسی جدوجہد اور process سے نکل کر اس مقام پر پہنچی ہیں جس مقام پر صدر مملکت پہنچے ہیں ۔ آج وہ ان طبقوں اور ان لوگوں کی نمائندگی کرتی ہیں جو قانون کی بالادستی، جمہوریت کے استحکام اور افہام وتفہیم کے جذبے سے سرشار ہیں۔ یہ میں اس لئے کہتا ہوں جناب والا کہ اگر دوسری طرف سے کوئی شخص بدقسمتی سے وہ ان لوگوں کے ساتھ شامل حال رہا ہو جو جمہوریت کے، آئین کے خلاف رہا ہو اور جو عوام کے خلاف تھے۔ تو جناب والا مقابلتاً پھر ہم یہ

کہنے میں حق بجانب ہیں کہ پاکستان کو اس وقت جو سیاسی قیادت چاہے وہ صدر کی شکل میں ملی ہے یا چاہے وہ وزیر اعظم کی شکل میں ملی ہے اس کے پیچھے ایک ماضی ہے۔ اس کے پیچھے ایک conviction ہے۔ اس کے پیچھے ایک commitment ہے۔ اور اس لئے یہ موجودہ set up جو ہے یہی پاکستان کو جمہوریت بھی دے سکتا ہے۔ اس کو استحکام بھی دے سکتا ہے۔ آئین کی بالادستی بھی دے سکتا ہے۔

جناب والا! بار بار کہا جارہا ہے کہ اس ایوان کے ایک قاعدے پر رولنگ کو۔ جناب والا! ہم یہ سمجھتے ہیں پاکستان پیپلز پارٹی اور ہمارے اتحادیوں کا یہ موقف ہے کہ ہم اس ملک میں آئین کی بالادستی چاہتے ہیں۔ اس ملک میں آئین کی بالادستی تبھی قائم رہ سکتی ہے جبکہ جو آئینی اختیار ات جو مختلف شعبوں کو دیئے گئے ہیں ان پر عملدرآمد کیا جائے۔ اس ملک میں عدلیہ کے اپنے اختیارات ہیں۔ اس آئین کے مطابق legislature کے اپنے اختیارات ہیں۔ executive کے اپنے اختیارات ہیں۔ اگر executive نے عدلیہ کے اور عدلیہ نے executive کے اور legislature عدلیہ کے اور اس طرح تمام اختیارات اگر استعمال کئے جائیں۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ملک کے تین بنیادی ستون جو ہیں ان میں ایک confrontation یا conflict کی سی فضا پیدا کی جائے گی۔ ہم نہیں چاہتے کہ اس آئین کے جو ادارے ہیں ان کو آپس میں conflict میں لایا جائے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس آئین کے تحت جس ادارہ کے جو اختیارات متعین ہیں آئین کے مطابق وہ اپنے اختیارات کے اندر چلے تاکہ ایک trichotomy of power جسے کہتے ہیں Constitutional اصطلاح میں وہ قائم رہے۔ اس میں کسی کی انا کا مسئلہ نہیں ہے اگر کوئی ممبرصاحب عدالت عالیہ یا عدالت کے ذریعے سے یہاں آ جاتے ہیں تو اس میں میری انا تو شامل نہیں ہے۔ وہ تو ایک آئینی تقاضا ہے جسے ہم کہتے ہیں کہ پورا کیا جائے۔ اور اس کو یہ رنگ دینا کہ جناب ہم ایوان کا اور ایوان کے قاعدوں کا احترام نہیں کرتے۔ جناب والا! یہ بالکل غلط ہے صریحاً غلط ہے اور ایسا الزام ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں۔ وقت ثابت کر دے گا کہ پہلے کی طرح ہم نے تو مارشل لاء کے دور میں بھی آئین کی بالادستی کے لئے قربانیاں دی ہیں۔ ہم جانتے ہیں جناب والا! کہ انتقام نہیں ہونا چاہیئے اس لئے کہ ہم خود انتقام کا نشانہ بن چکے ہیں اور جو جو صعوبتیں ہم نے جھیلیں ہیں اس کے مقابلے میں تو یہ کچھ بھی نہیں ہیں لیکن ہم یہ نہیں چاہتے اس لئے کہ ہمیں تجربہ

ہے شاید ان کا یہ پہلا تجربہ ہو لیکن ہم گزشتہ مارشل لاء کے دور سے لے کر دس سال تک جناب والا مجھ جیسا ایک وکیل آدمی میں بھی تقریباً" چار سال جیل کاٹ چکا ہوں مارشل لاء کے دور میں۔ یہ ابھی دو چار دن میں ہی پریشان ہو گئے ہیں۔ اور کیا تھا کہ بیرسٹر تھا' وکیل تھا اور بھیڑوں کی طرح چار چار آدمیوں کو ایک ہتھکڑی میں دو دو ہاتھ سے باندھا گیا تھا ۔ رات کی تاریکی میں ڈاکے ڈالے جاتے تھے۔ اور آج وہ لوگ جو اس دور میں حکمران تھے آج وہ کیا کہتے ہیں کہ

جس کے کہنے پہ کیا ترک تعلق سب سے

اب وہی شخص مجھے طعنۂ تنہائی دے

جناب والا: میں یہ اس لئے کہتا ہوں کہ جب بھی کوئی بات کوئی کہتا ہے تو اس کا ماضی دیکھا جانے کہ اس کی commitments کیا ہیں؛ جناب والا میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک سال کسی بھی حکومت کی کارکردگی کا پیمانہ نہیں سمجھا جاسکتا۔ اور ہر حکومت کو چند بنیادی اقدامات کرنے پڑتے ہیں ۔ ہمیں عوام کی بہبود کے لئے بعض ایسی تلخ گولیاں بھی کھانا پڑتی ہیں جو کہ شاید سیاسی طور پر کسی سیاسی پارٹی کے لئے درست نہ ہوں لیکن قومی نقطہ نظر سے وہ کرنا چاہیئے۔ جناب والا! آج جب پاکستان کی موجودہ قیادت کو موقع ملا تو جناب دنیا کے بین الاقوامی حالات بدل چکے ہیں ۔ آج ہمیں طعنہ دیا جاتا ہے کہ کشمیر کے مسئلے پر موجودہ حکومت کی ناکامی اور کامیابیوں کا ۔ جناب والا آج کی دنیا اس دنیا سے مختلف تھی جو سرد جنگ کے زمانے میں دنیا تھی۔ دنیا دو کیمپوں میں بٹی ہوئی تھی ۔ آپ کا تعلق ایک کیمپ سے تھا جو لوگ آپ کے کیمپ میں تھے آپ کو support کرتے تھے regardless of the merit of the case اور جو آپ کے خلاف تھے وہ آپ کو oppose کرتے تھے ۔ آج دنیا بالکل بدل چکی ہے آج دنیا کی ترجیحات بدل چکی ہیں آج دنیا کی سیاسی وابستگیاں ایک دوسرے رخ میں دوسری shape بدل رہی ہیں ۔ آج آزاد اقتصادی مارکیٹ کی بات ہوتی ہے ۔ آج economic might جو ہے وہ زیادہ اہم بنتی جا رہی ہے ۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ پاکستان جیسے ملک کو تمام توجہ صرف قومی مسائل کشمیر اور نیو کلئیر اور فارن پالیسی اور یہ نہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ اقتصادی پالیسی پر بھی ایک قومی اتفاق رائے ہونا چاہیئے ۔ پاکستان کی بدقسمتی یہ رہی ہے کہ ایک حکومت نے کوئی پالیسیاں دیں دوسری حکومت آئی اس کا اپنا نقطہ نظر تھا اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ دونوں پارٹیوں کا آپ منشور دیکھیں۔ اس میں بہت سی چیزیں مشترک ہیں۔ اس لئے جناب والا! میں آپ کی وساطت سے گزارش کروں گا

کہ ہمیں نہ صرف وہ مسئلے، جیسے کشمیر، نیوکلیئر پالیسی، فارن پالیسی، ایجوکیشن پالیسی، صحت اور مالی اقتصادی پالیسیاں ہیں آن پر بھی ہمیں ایک consensus develop کرنا چاہئے۔ اور یہی بات صدر مملکت نے اپنی تقریر میں بھی کی۔

جناب والا! بعض مسائل پر چونکہ ہم حکومت میں ہیں، ہماری پارٹی حکومت میں ہے۔ ایک جمہوری نظام میں یہ بات اس کی متقاضی ہوتی ہے کہ اگر حکومت اور اپوزیشن میں بہت سے معاملات پر اختلاف ہو تب بھی بعض قومی مسائل پر ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ بجائے اس کے کہ پاکستان پیپلز پارٹی اور اس کے اتحادیوں کی جب سے حکومت قائم ہوئی ہے کشمیر کا مسئلہ انہوں نے اپنے ایجنڈے پر آئیٹم نمبر ا رکھا۔ اور جیسے میں نے کہا کہ نئی دنیا کی جو نئی صورتحال ہے، اس میں نوابزادہ نصر اللہ خان صاحب اور میں تو حافظ حسین احمد صاحب کے بارے میں، مجھے افسوس ہے کہ وہ اپنی بات کر کے چلے جاتے ہیں اور دوسرے کی بات نہیں سنتے۔ کاش کہ وہ یہاں بیٹھے ہوتے۔ جناب والا! ان کے اپنے لیڈر آج بھی اس ملک سے باہر اس حکومت کی انہی پالیسیوں کے سلسلے میں کام کر رہے ہیں۔ ہم نے اس کو اپنی پارٹی کا مسئلہ نہیں بنایا۔ محترمہ نے تو نواز شریف صاحب کو کہا کہ کشمیر کے کیس کو لڑنے کے لئے آپ اقوام متحدہ جائیں۔ اور یہ وقت نے ثابت کر دیا کہ ہماری موجودہ حکومت اس سلسلے میں نہ صرف مخلص تھی بلکہ اس نے انتھک کوششیں کی ہیں۔ اور آج کاسابلانکا میں جو قرارداد ۵۰ سے زائد ممالک نے متفقہ طور پر قبول کی ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ حکومت کی کاوشیں اور کوششیں رنگ لا چکی ہیں۔ آج اس قرارداد کے ذریعے ان قراردادوں کا اعادہ ہوتا ہے جو کہ پاکستان اور انڈیا اور UNO میں کشمیر کے مسئلے پر بنیادی قراردادیں ہیں۔ جناب والا! یہ کوئی آسان بات نہیں ہے۔ فرقہ واریت پیدا کرنا، مسلمان کو مسلمان کے ساتھ لڑانا، مسلمان کے خلاف مسلمان کا فتویٰ دینا یہ بڑی آسان باتیں ہیں۔ یہ اسلام کی خدمت نہیں ہے۔ اگر کسی سیاسی پارٹی نے اسلام کی صحیح معنوں میں خدمت کی ہے تو وہ پاکستان پیپلز پارٹی اور اس کی قیادت ہے۔ ہم ان ساتھیوں کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں----- ملک قاسم صاحب کراچی میں آپ کو یاد ہے کہ ۱۹۷۹ء میں پہلی دفعہ ہم وکلا، نے ایک کنونشن بلایا تھا اور ملک قاسم صاحب، میں اور ہمارا ایک تیسرا ساتھی بھی تھا۔ ہمارے ساتھ ساتھ ایف سی کے جوان جا رہے تھے۔ ہم بڑے خوش تھے کہ مارشل لاء میں ہماری protection کر رہے ہیں۔ جب چوک میں پہنچے تو پھر میں نے انہیں پشتو میں (میں نے

سمجھا کہ شاید پشتو سمجھتا ہے) وہ کہنے لگا کہ اچھا تم پشتو بولتے ہو تو وہ اور لگ گیا۔ ہم نے کالے کوٹ پہنے ہوئے تھے جناب۔ جب میں گھر پہنچا تو میری بیوی نے وہ کوٹ بہت صاف کیا۔ تو مجھے کہنے لگی کہ یہ سفید داغ نہیں ہٹ رہا۔ میں نے کہا کہ جتنے چھوٹے سوراخ سے میں اور ملک قاسم صاحب مل کر نکلے وہ اگر آپ دیکھیں تو آپ سوچ بھی نہیں سکیں گی ایسا۔ وہاں انہوں نے وکلاء کو لہولہان کیا۔

جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم لوگوں کا بنیادی مقصد۔ اقتدار ہماری کمزوری رہی ہے اور نہ خواہش رہی ہے ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس ملک میں ایک ایسا معاشرہ قائم ہو جس میں انصاف کا بول بالا ہو، جس میں عام انسان ایک خوشحال اور عزت مند زندگی گزار سکے۔۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ جناب آپ کا وقت بھی ہو گیا ہے۔

سید مسعود کوثر۔ سر آخر میں۔ جناب والا میرے ہاتھ میں ایک تصویر ہے اس میں ایک نوجوان بچی ایک دوسری بچی کو گود میں لئے ہوئے ہے۔ اور اس تصویر کے نیچے لکھا ہوا ہے This is a fifteen year old mother, of three year old child. میں یہ بات اس لئے کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی آبادی کا مسئلہ انتہائی گھمبیر ہوتا جا رہا ہے اور آپ کتنی بھی اقتصادی پالیسی، کتنی ہی اچھی پالیسی کیوں نہ مرتب کریں جب تک آپ نے پاکستان کی آبادی کو متوازن نہ رکھا تو آپ کی کوئی اقتصادی پالیسی کامیاب نہیں ہوگی، بے روزگاری بڑھتی جائے گی، سکول کم ہوتے جائیں گے، ہسپتال کم ہوتے جائیں گے اور اس سلسلے میں آپ کو جناب والا معلوم ہے کہ میں جب بھی کسی ملک میں جاتا ہوں اور اگر موقع ملتا ہے تو میں ان سے پہلی بات یہی پوچھتا ہوں کہ آپ کی population growth کیا ہے اور دوسرا سوال میں پوچھتا ہوں کہ آپ کا literacy rate کیا ہے۔ رومانیہ جو کہ یورپین لحاظ سے شاید اتنا ترقی یافتہ ملک نہیں ہے وہاں پر جب میں نے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہمارا population growth rate صفر ہے۔ اور ہمارا literacy rate سو فیصد ہے۔ میں موجودہ حکومت کی ان کاوشوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں، لیکن میں اس مسئلے کو بھی ایک ایسا مسئلہ سمجھتا ہوں جس میں کہ قومی consensus ہونا چاہیئے۔ اور اس میں علماء صاحبان کا تعاون بہت ضروری ہے۔ حسین احمد صاحب کا تعاون اس لئے زیادہ ضروری ہے کیونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اجتماعی خودکشی ہے اگر ہم نے اپنی پاپولیشن پر قابو نہ

کیا۔ تو جس ملک کی جناب والا 3.+ growth ہوتی ہے ہر اٹھارہ سال کے بعد اس کی آبادی دگنی ہو جاتی ہے اور آج میں سمجھتا ہوں کہ ۱۹۴۷ء سے لے کر آج تک پاکستان کی آبادی موجودہ پاکستان کی آبادی چار گنا بڑھ چکی ہے اسی طرح ہر سال تین ملین لوگ اس پاپولیشن میں اضافہ کرتے ہیں۔ پاکستان کا ratio of income جو ہے وہ بھی اسی وجہ سے بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔

in fact mortality in Pakistan is above the average for Asia. About hundered mothers die each day from pregnancy, child birth and abortion.

اسی طرح جناب والا! میں بہت سی چیزیں نہیں پڑھنا چاہتا ۔ لیکن میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ خدارا اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے اس پاکستان کے ہر طبقے کے بچے ان کے چہروں پر خوشی ہو، ان کو تعلیمی سہولتیں میسر ہوں، ان کو صحت کی سہولتیں میسر ہوں، ان کو روزگار کی سہولتیں میسر ہوں اور وہ اگر اس دنیا میں ایک خوشحال اور ایک اچھے ملک کی حیثیت سے وقت گزارنا چاہتے ہیں تو جناب والا میں سمجھتا ہوں کہ اس پہلو کو پارٹی کے نقطہ نظر کے علاوہ قومی نقطہ نظر سے دیکھنا چاہیئے۔ آخر میں سر میں دو منٹ لوں گا۔ شاید اس کے بعد تو دوسرے مقرر کو وقت بھی نہ ملے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ نہیں نہیں وقت ہے۔ آپ نے تو کافی وقت لے لیا۔

سید مسعود کوثر۔ میں آخر میں ایک دوسری بات کرنا چاہتا ہوں۔ کہ حافظ حسین احمد صاحب جب بھی تقریر کرتے ہیں، تو ان کی تقریر میں خواتین کے متعلق کچھ متعصبانہ، کچھ contemptuous قسم کی رائے پائی جاتی ہے ۔ میں تو بحیثیت مسلمان یہ سمجھتاہوں کہ اسلام نے عورت کو جو مقام دیا ہے وہ شاید ہی کسی اور مذہب نے دیا ہو۔ جناب والا! یورپ میں تو کچھ عرصہ ہی ہوا ، وہاں پر تو یہ سلسلہ چلتا تھا کہ اگر ایک عورت فلاں کی مسز بن گئی تو اس کی اپنی ذاتی شخصیت ختم ہو جاتی تھی ۔ اور اس کی جتنی بھی اپنی personal property ہوتی تھی وہ پراپرٹی بھی اس کے خاوند کی پراپرٹی ہو جاتی تھی ۔ میرے خیال میں 1861 ء میں یا کب یہ لا بنایا جسے کہ Married Property Act کہتے ہیں ۔ اسلام میں تو عورت کا بہت بڑا مقام ہے۔ ہمارے نقطہ نظر سے ماں جو کہ ایک عورت ہوتی ہے ، وہ تمام انسانی رشتوں پر مقدم ہوتی ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ اس ملک میں بھی اسلام کے نام پر عورت کا استحصال کیا جاتا ہے ۔ حالانکہ اسلام ایسا مذہب نہیں ہے ۔ لیکن آپ دیکھیں کہ ہمارے موجودہ معاشرے میں عورتوں کا کتنا استحصال ہوا ہے اور

موجودہ حکومت اس لحاظ سے بھی قابل داد ہے کہ اس نے ایک کمیشن مقرر کیا ہے جس میں خواتین کے مسائل کو حل کرنے کے لئے قانون سازی کی سفارشات کی جائیں گی ۔ بینک خواتین کے لئے الگ ۔ تھانے خواتین کے لئے الگ ' اور میں یہ سمجھتاہوں کہ موجودہ حکومت کو چاہیئے کہ یہ سلسلہ جاری رہے .تا کہ ہمارے ملک کی ایک بہت بڑی آبادی کو بھی اس معاشرے میں وہی مقام حاصل ہو جوکہ مردوں کو حاصل ہے اور اس طرح سے ان کا جو استحصال ہے وہ ختم ہو جائے۔ آخر میں جناب والا میں آپ کا ایک بار پھر انتہائی ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا کہ آج کے اس موشن پر میں اپنے خیالات کا اظہار کروں اور میں ان الفاظ کے ساتھ کہ صدرمملکت مکمل مبارکباد کے مستحق ہیں اور انہوں نے جو ۱۴ نومبر کو تقریر فرمائی ہے اسے قوم کے لئے ایک بنیادی دستاویز کی حیثیت حاصل ہو گی اور نہ صرف یہ کہ موجودہ حکومت بلکہ آئندہ بھی حکومتیں اس سے رہنمائی حاصل کرتی رہیں گی اور اس سے مستفید ہوں گی ۔ آپ کا بہت بہت شکریہ ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ شکریہ جناب بیرسٹر صاحب ' اب جناب شہزاد گل صاحب آپ تقریر فرمائیں گے ؟

جناب شہزاد گل ۔ ایک نمبر پر وہ بولیں گے 'بعد میں پھر میں بولوں گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ جی بالکل درست ہے ' جناب اجمل خٹک صاحب آپ فلور لے لیجئیے۔

جناب محمد اجمل خان خٹک۔جناب تقریباً کتنا وقت ہو گا جی؟

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ آپ بولیئے جی۔ ہم نے تہہ یہ کیا تھا کہ جو لیڈر ہوں گے وہ بول سکتے ہیں اور باقی ۲۰۔۲۰ منٹ بولیں گے۔

جناب محمد اجمل خان خٹک۔ جناب چیئرمین! شکریہ' میں صدرمحترم کی تقریر پر کچھ کہنے سے پہلے ' صدر کے محترم مقام کے بارے میں کچھ کہنا ضروری سمجھتا ہوں ۔ اس میں شک نہیں کہ دنیا میں پارلیمنٹ کے صدر کا مقام نہایت ہی قابل احترام ہے ' اور ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا اپنے ضمیر کی آواز سن کر کہ ہمارے ملک میں جہاں دوسری روایات ایسی ہیں جن کو مذموم کہا جاسکتاہے ' وہاں یہ روایت بھی گزشتہ صدر محترم کے وقت سے شروع ہے کہ صدر صاحب کی تقریر کے دوران کچھ ہو جاتا ہے ' گڑ بڑ ہو جاتی ہے ' تضحیک ہو جاتی ہے ۔ اور مقام صدر کا احترام

پامال ہو جاتا ہے ۔ میں اس عمل کی جو بھی ہو مذمت کرتا ہوں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی زیر غور رہنا چاہئے اور اس کے ساتھ لازم امر ہے کہ صدر بھی یہ محسوس کرے کہ وہ جس کرسی پر بیٹھا ہے اس مقام احترام پر ملک کی سیاسی مصلحتوں سے بالا تر ہو کر تمام قوم کے اعتماد کا مظہر ہے وہاں اسے بھی اس کا لحاظ رکھنا چاہئے ۔ موجودہ ہمارے محترم صدر فاروق لغاری صاحب کا جو رویہ رہا ہے صدر ہونے کے بعد ۔ میں اپنے برخوردار مسعود کوثر صاحب سے اتفاق کرتا ہوں کہ ایک شخص کے ماضی کے عمل کے آئینے میں اس کو دیکھنا چاہئے ۔ تو میں محترم فاروق صاحب کے ماضی کے آئینے میں جب دیکھتا ہوں تو جب میں قومی اسمبلی میں تھا اور اس کے بعد جب سے یہاں آیا ہوں قومی اسمبلی کی بات کرتاہوں تو حقیقت یہ ہے کہ مجھے لغاری صاحب کی شخصیت بہت جاذب اور بہت اصولی اس کی کشش اور کارروائیوں کے دوریں بھی معقول حد تک اصولی حد تک معتدل نظر آرہی ہے ۔ اس نے ان کے ساتھ ان کی تائید کرتے وقت ہوں کا کہ کرسی صدارت پر بیٹھ کربھی اسی فاروق لغاری سے ہمیں یہی توقع تھی کہ وہ ماضی کی شخصیت بن کر صدرات کی کرسی کا احترام کرتے ہوئے اس سے زیادہ اپنی خصوصیات جو اچھی ہیں ان کو اجاگر کریں گے مگر بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوا اس سے کوئی لاکھ انکار کرے پاکستانی عوام کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ آج کا فاروق لغاری جو صدارت کی کرسی پر تشریف فرما ہے وہ فاروق لغاری نہیں ہے جو اس سے پہلے تھا ۔ اور اس سے زیادہ بدقسمتی اور افسوس کا مقام یہ ہے کہ اس کے کردار اور اعمال کے کھاتے میں ایسی بدعنوانیاں آگئی ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ فاروق لغاری ہوتا جس کا میں نے ابتدامیں ذکر کیا تو یہ بدعنوانیاں جھوٹ ہیں یا سچ ہیں لیکن جو عام تاثر اس کے بارے میں اس کے اعمال کے بارے میں اس کے کردار کے بارے میں ہے اس فاروق لغاری کو جس کو میں جانتا ہوں اس کو صدارت کے عہدے سے استعفےٰ دینا چاہئے تھا۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی ۔ I have to point out I will give reference آپ اگر MN کوذ اٹھا کر دیکھیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ کس چیز کے بارے میں آپ بات کرنا چاہتے ہیں؟

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی ۔ یہ جو President کے خطاب اور conduct کے حوالے سے ان کے کردار چاہے آفیشل یا نجی پر گفتگو کرتے ہیں تو آپ ملاحظہ فرمائیں یہ صفحہ

594 پر ہے۔

جناب ڈپٹی چیئر مین۔ آپ اس کو پڑھ کر سنائیں

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی۔ جناب والا! اس میں بالکل صاف ہے۔

The conduct of a person in high authority can only be discussed on a substantive motion

Mr. Deputy Chairman: The motion is there, speech is there and speeches are made on that motion.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: No, on a substantive motion drawn proper terms. The Constitution lays down specific procedure for the impeachment of the President.

اب یہ آرٹیکل 47 ملاحظہ کریں ۔ اس کے اندر removal of the president prescribed ہے۔

جب تک وہ impeachment کی substantive motion ہے ۔ then it can be discussed

دوسری بات جو یہ فرما رہے ہیں کہ President's Address is basically a policy matter

and really a statement of the Government. It has got nothing to do with the

President صدر کی تو آرٹیکل 56 کے تحت ایک Constitutional duty ہے کہ

This address is duly prepared by the Government. It is really passed by the Cabinet and is given to the President. He only reads. He can not add or reduce a single sentence out of that statement which is handed over to him. Therefore, the President has got nothing to do with it.

جناب ڈپٹی چیئر مین۔ آپ تشریف رکھیں۔ leave it Sir. جی اجمل خٹک صاحب۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی۔ یہ President Address میں آپ اس کو ملاحظہ فرمائیں۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ۔ Please آپ تشریف رکھیں جی۔ leave it Sir, I give

خان صاحب آپ کو میں فلور دیتا ہوں۔ floor to Ajmal Khan Khattak Sahib.

جناب محمد اجمل خان خٹک - جناب سپیکر مین صاحب! آپ نے اس بارے میں اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا - آپ نے مجھے اجازت دی ہے لیکن میں محترم بھائی کو جو تکلیف ہوئی ہے، اس کا احساس کرتے ہوئے مزید کچھ نہیں کہوں گا۔

جناب ڈپٹی چیئر مین - آپ جاری رکھیں - ان کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا کیونکہ آپ موشن پر بول رہے ہیں -

جناب محمد اجمل خان خٹک - ان کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے، حالانکہ آپ نے ہمیں اجازت دی - مسئلہ یہ ہے کہ جب آپ کی تقریر پر کچھ کہنے کے لئے موقع ملتا ہے تو ہم آپ سے توقع رکھیں گے، صدر صاحب سے توقع رکھیں گے کہ وہ بات کرتے وقت پارلیمنٹ کا بھی لحاظ رکھیں گے - اس پر میں نے کچھ نہیں کہا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان کی تقریر میں میں ڈھونڈنا چاہتا تھا کہ جب ہم اسمبلی میں تھے تو آپ سب سے زیادہ دکھی آٹھویں ترمیم کے تھے لیکن تقریر میں آٹھویں ترمیم کے بارے میں، حالانکہ آپ صدر صاحب ہیں - آپ advise کر سکتے ہیں - ایک پارٹی کی اور دوسری پارٹی کی باتیں مان سکتے ہیں تو پارٹی کو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی تقریر میں، جو میں محسوس کرتا ہوں کہ سب سے اہم ضرورت اس وقت ملک کی جمہوریت کے بقاء کی ہے اور جمہوریت کی بقاء پارلیمنٹ سے ہوتی ہے اور پارلیمنٹ آئین بناتی ہے تو چاہیئے یہ تھا کہ جمہوریت کے سر پر جو تلوار لٹکی ہوئی ہے، پارلیمنٹ کے سر پر جو تلوار لٹکی ہوئی ہے - اس کے بارے میں، ان کی تقریر میں 'advice اشارہ پر زور طریقہ سے ہوتا، جو نہیں ہے -

دوسری بات پارلیمنٹ نامکمل ہے - خواتین اس پارلیمنٹ کا حصہ ہوتے ہوئے یہاں نہیں بیٹھی ہیں - اس کے بارے میں بھی جتنا ان کا فرض تھا، ہونا چاہیئے تھا، اشارہ کرتے۔ جیسے دوسرے معاملات کا ذکر کیا ہے - اس کا بھی وہ ذکر کرتے اور اس وقت جو سب سے بڑا اہم مسئلہ ہے، جس پر نہ صرف آئندہ جمہوریت کا، پارلیمنٹ کا، بلکہ آج بھی ملک کے مستقبل کا دار و مدار ہم سمجھتے ہیں کیونکہ ہمیں موجودہ حکومت کی نیت پر اعتماد نہیں ہے - اس لئے وہ جو مسئلہ رولنگ کا ہے - اس کو ہم بہت اہمیت دیتے ہیں - صدر صاحب کو چاہیئے تھا کہ بحیثیت ملک

کے نگران کے ، ملک کے ایک محترم صدر کے ، اس کو بھی لیتے۔ میں قانون دان نہیں ہوں لیکن اس ملک کا جس کے وہ صدر ہیں اس کا ایک شہری ہوں ، مجھے توقع تھی کہ اس پر بھی وہ کچھ وضاحت یا نصیحت کریں گے۔

رہی یہ بات جو میں کہہ رہا تھا کہ اب آپ کی تقریر کی طرف جب آتا ہوں تو بے ادبی معاف ہوں پھر خطا نہ ہوں ۔ آپ کی تقریر ملک کے عوام کے ایک نگران ، ملک کے عوام کے حقوق کے ایک نگران ، ملک کی عزت ، دولت اور اقتدار کے نگران صدر کی حیثیت کی تقریر نہیں تھی ۔ ایک بدعنوان حکومت کے وکیل کی تقریر تھی ۔ مجھے اس پر بہت افسوس ہے ۔ واقعی میں نے وہ تقریر نہیں سنی ۔ اس پر میں کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن میرے معزز بھائی شیرافگن صاحب کے الفاظ کی قدر کرتے ہوئے اس پر کچھ زیادہ نہیں کہوں گا صرف یہ کہوں گا ۔ ہم ان کی تقریر نہیں سننا چاہتے تھے ۔ لیکن جب پڑھی تو پڑھنے سے معلوم ہوا کہ وہ کسی ایسے خوش آمدی اور چاپلوس منشی تقریر لکھی ہے جو معروضی حالات سے یا تو غافل ہے یا اس کو دبانے رکھا ہے یا وہ خواب میں ہے ۔ وہ ایسی تقریر ہے ۔ کیونکہ ملک کے جو burning issues ہیں ، ملک کے جو اہم مسائل ہیں ان کے بارے میں صرف اس پر گزرنا صدر کا کام نہیں ہے ۔ عوام صدر سے توقع رکھتے ہیں کہ صدر محترم ہماری تسلی کریں گے ۔ ہمارے ذہنوں میں جو تشویش ، کچھ تذبذب ، کچھ غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے ۔ صدر صاحب بحیثیت ایک مقتدر شخصیت کے اس کی وضاحت کریں گے ۔ ہماری تسلی کریں گے ۔ وہ کچھ نہیں ہوا ۔ وہ تمام بڑے بڑے مسائل جو ملک کے ستونوں کو گرانے کے لئے کھڑے کئے گئے ہیں یا کھڑے کئے جا رہے ہیں یا کھڑے ہوئے ہیں ، اس پر صدر صاحب نے ایک سرسری نظر بھی ڈالنے کی کہیں ضرورت محسوس نہیں محسوس کی۔

جناب چیئرمین ! میں پھر کہوں گا مسعود کوثر صاحب کی قدر کرتے ہوئے اور اس کی تائید کرتے ہوئے فاروق لغاری جیسی شخصیت سے مجھے یہ پوری امید تھی اور اب بھی ہے کہ خدا کرے وہ اپنی ضمیر کی آواز سنیں اور جس دلدل میں وہ پھنس گئے ہیں ، اور جس خول میں وہ بند ہیں اس سے وہ نکل آئیں وہ دیکھیں کہ ملک کے ، شمالی علاقوں کے ، آزاد قبائل ، مالاکنڈ سے شروع ہوکر بونیر اور پورے وزیرستان تک کے علاقوں میں شریعت کے نام سے جو لوگ اٹھے ہیں ان کے خلاف میں کہتا ہوں سینکڑوں کی تو مجھے ایک گاؤں کی اطلاع ہے ۔ پورے علاقوں میں ممکن ہے ہزاروں گھروں کو مسمار کیا گیا ہے ۔ لوگ گھروں کو چھوڑ کر پہاڑوں پر چڑھ گئے ہیں

اور اگر وہ معاملہ چھیڑتا ہے تو پورا پاکستان اس کی لپیٹ میں آ سکتا ہے ۔ وہ اتنا مشکل معاملہ نہ تھا اور نہ ہے لیکن اس حکومت کے غلط اقدام ، جھوٹے وعدوں اور لیپا پوتی سے وہ مسئلہ خطرناک بن گیا توقع تھی کہ اس پر ان لوگوں کی تسلی کریں گے تاکہ آئندہ یہ مسئلہ دب جائے ، ختم ہو جائے ۔ لیکن وہ نہیں ہوا ۔

دوسرا جو اہم مسئلہ ہے وہ وفاقی اکائیوں کا یا صوبوں کا یا قومیتوں کا مسئلہ ہے ۔ اس مسئلے کو لوگ سطحی طور پر لیتے ہیں ۔ یا ان کو ملک سے کوئی محبت نہیں ۔ یکجہتی سے محبت نہیں ۔ مستقبل سے محبت نہیں ۔ اس لئے اس مسئلے کو بہت سادگی سے لیتے ہیں ۔ اس طرح سادگی سے ہم نے ملک کے آدھے حصے کو کھویا ہے ۔ اب اتنی سادگی سے لیتے ہیں کہ میں اس کی پوری تفصیل بیان نہیں کروں گا ، کچھ نے مجھ سے پہلے بیان کی ہو گی ۔ حضور وہ صوبہ ہے پشتون خواہ کا ، جغرافیائی لحاظ سے ، تاریخ کے لحاظ سے ، ثقافت کے لحاظ سے اور ہر لحاظ سے وہ پشتون صوبہ ہے ۔ لیکن میں چیلنج کرتا ہوں حکومت کو کہ بتا دے حکومتی وفاقی اداروں میں ، ٹیلی ویژن پر ، میں کسی دوسری زبان کی مخالفت نہیں کرتا ۔ لیکن حصہ بقدر جثہ ۔ وہاں کے ریڈیو میں ، وہاں کے ٹی وی میں ، پشتون کلچر کو ، پشتون زبان کو ، پشتون تاریخ کو ، پشتون شخصیات کو بالکل ignore نہیں بلکہ مسخ کیا جا رہا ہے ، ختم کیا جا رہا ہے ۔ ہمیں توقع تھی کہ ہمارے صدر صاحب جو ان تمام چیزوں سے بخوبی واقف ہیں ۔ ہمارے ان معاملات کو جانتے ہیں ۔ میں اس کو زیادہ بڑھانا نہیں چاہتا ۔ وقت ختم ہو جائے گا کیونکہ اور مسائل پر بھی کہنا چاہتا ہوں ۔ میرے علاقے میں ، جس طرح حافظ صاحب نے ذکر کیا ، ایسے بھی علاقے ہیں جہاں آج بھی پانچ پانچ میل سے عورتیں سر پہ پانی کے دو دو گھڑے لا کر اپنے بچوں کو پلاتی ہیں ۔ صدر صاحب سے یہ توقع تھی کہ پورے ملک کا جائزہ لیتے ہوئے ان مسائل کے حل کے بارے میں بھی بات کریں گے ۔ میں بتاؤں گا کہ جو حل انہوں نے پیش کئے وہ کیا ہیں اور بلوچستان میں تو عجیب صورتحال ہے ۔ متوازی حکومت چلائی جا رہی ہے ۔ اسی طرح سے متوازی حکومت چلانے کی کوشش میں بلوچستان پر اس کے نتیجے میں چڑھائی ہوئی ۔ بلوچستان کی خواتین کے ساتھ جو کچھ کیا گیا ایک پشتون اور بلوچ ہو کر ہماری زبان پہ وہ نہیں آ سکتا ۔ کیونکہ وہاں بھی اسی طرح ہوا کہ مرکز سے مینگل کی حکومت سے مقابلے میں متوازی حکومت چلانے کی کوشش کی گئی ۔ آج بھی یہی ہو رہا ہے ۔ اور اس سے زیادہ ، ہمارے صدر صاحب ان لوگوں میں سے ہیں ، ایک ایسے ضلع سے تعلق رکھتے ہیں اور ایسے راستوں پر آتے

جاتے ہیں۔ میں تو صرف تحریک نجات کے دوران وہاں گیا۔ میں نے لوگوں کی حالت دیکھی۔ بیروزگاری دیکھی۔ بھوک دیکھی۔ مہنگائی کا رونا دیکھا، رشوت کا رونا دیکھا، یہ ملک کا اہم ترین مسئلہ ہے۔ اگر اس کا حل نہیں ہوتا۔ اتنی عظیم شخصیت، ذمہ دار شخصیت بھی اس کو ایک دھکا دے کر ختم کر دیتی ہے تو یہ ملک کی بدقسمتی ہے اور مستقبل کے لئے خطرناک ترین مسئلہ ہو سکتا ہے۔ میں نے ایک جگہ پر پشتو میں کہا تھا-----(پشتو)------ میں دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر بند کر دوں گا، زبان کو مہر لگا کر کچھ نہیں کہوں گا لیکن جب غلے کے ذخیروں پر تم بیٹھ گئے اور لوگ بھوکے ہو گئے تو بھوک کے لئے کون سا راستہ تم بنائیں، بھوک کا تو راستہ نہیں بن سکتا، بھوک تو بھوک ہے۔ بیروزگاری جیسے مسئلہ سے غفلت، اس تقریر کی روح ہے۔ کس طرح میں اس کو ذمہ دار شخص کی تقریر کہوں، اچھا ہوا ہم نے نہیں سنی اور جو کچھ اس کے ساتھ کیا اس سے زیادہ کرنا چاہئے تھا۔

دوسری سب سے بڑی بات خارجہ پالیسی کی ہے۔ ہمارا ملک جغرافیائی لحاظ سے بہت اہم، قدرتی وسائل کے لحاظ سے بہت زرخیز اور rich, انسانی قوت کے لحاظ سے دنیا میں اگر کوئی دیو ہے تو اس ملک کے لوگ ہیں۔ ان تمام چیزوں کے باوجود آج ہم دنیا میں غریب ترین اور پسماندہ ترین اور ذلیل ترین (خدا نہ کرے) ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی خارجہ پالیسی کو ملک کے بنتے ہی اس وقت کے سامراجی، نوآبادیاتی اور ان کے ایجنٹوں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں، بیوروکریٹس کی جھولی میں ڈال دیا۔ آج تک یہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ آج کی حکومت، اس سے پہلے کی حکومت سیاسی پارٹیاں سب پھنسی ہوئی ہیں۔ سیاسی مسئلہ اتنا پیچیدہ ہو گیا ہے کہ کوئی جرات نہیں کر سکتا کہ جو حل ہونا چاہیے اس ملک کے مستقبل کے لئے وہ حل کر سکیں۔ جناب چیئرمین اگر اس مسئلہ پر بھی ڈیبیٹ ہو اور صرف ایک نکتے پر مجھے بولنے کا موقع ملے تو میں ثابت کر سکتا ہوں کہ تمام مسائل جو پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتے جا رہے ہیں۔ جنہیں ہم سب دیکھتے ہیں۔ ایک کو گرایا، دوسرے کو لایا اور دوسرے کو گرایا، یہ میرے سامنے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ملک کے مستقبل کا مسئلہ ہے جس کا تعلق خارجہ پالیسی سے ہے۔ خارجہ پالیسی کہاں پھنسی ہوئی ہے؟ مسعود کوثر صاحب کہتے ہیں کہ اتنی [illegible] کے مسئلہ پر، کشمیر کے مسئلے پر اور میں کہتا ہوں کہ کراچی اور گوادر کے مسئلے پر۔ آپ [illegible] ہیں۔ لیکن ذرا غور سے دیکھیں یہ خاموش ڈپلومیسی، یہ خارجہ وزارت کی ایک پالیسی اور [illegible] کے سربراہ نصراللہ صاحب کی

دوسری پالیسی اور جو تقریر میں اس تقریر کا ذکر نہیں کروں گا جس کی مجھے اجازت نہیں ہے جناب وزیر خارجہ سے عہد کرتے وقت لیکن جو ان کی تقریر چھپی ہے اس تمام کے بارے میں ایک نازک سی مثال ہے کہ ایک کتا بڑا چالاک تھا ۔ وہ کتا مرغی کو پکڑ کو جلد نہیں کھایا کرتا تھا بلکہ اس کو دبا لیتا تھا ۔ تا کہ دو تین دن تک اس کا گوشت و پوست نرم ہو جانے تو پھر کھانے ۔ دور بیٹھا رہتا تھا ۔ اس مرغی کے قریب سے جو بھی گزرے یہ اس کے پیچھے دوڑے لپکے اور اس کو زخمی کر دے ۔ ہمارے ملک میں مختلف سازشی ہاتھوں نے یہاں ایک مرغا دفن کیا ہوا ہے ۔جس کا تعلق جناب مسعود کوثر صاحب آپ جانتے ہیں کہ کشمیر سے بھی ہے ایٹمی پروگرام سے بھی ہے ہندوستان سے تعلقات سے بھی ہے آپ کے گوادر اور کراچی کے ساحل سے بھی ہے ۔تو وہ جو مسئلہ ہے کہ چالاک کتے نے مردار ایک جگہ دفن کیا ہوا ہے آپ کی حکومت اس طرف نہیں جا سکتی ۔ کوئی نہیں جا سکتا جانے گا تو وہ (بے ادبی معاف) اس کتے سے لوگ ڈرتے ہیں ۔ جب تک ہم نے اپنے ملک اپنے قوم اور اپنے عوام کی خاطر جرات سے کام نہ لیا یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا ۔قوم کے لوگ جان بھی دے دیتے ہیں کرسی کیا چیز ہے ۔ عوام کی خاطر لوگوں نے جانیں بھی دی ہیں ۔ اور چند دن کی روشنی ہے پھر اندھیری رات ہے ۔ میرا مطالبہ ہے بحث نہیں کرنا چاہتا ۔

یہ مصرعہ میں نے ماضی کے تعلق سے کہا ۔ اب مستقبل کے تعلق سے کہتا ہوں ۔ٹھیک کہا مسعود کوثر نے بنیادی تبدیلی آ رہی ہے ۔ ایسی کہ جس کے متعلق بڑے سے بڑا فلسفی بھی بڑے سے بڑا سیاست دان بھی صرف اندازہ لگا سکتے ہیں اس کے بارے میں پیش گوئی نہیں کر سکتے ۔ ان تمام تبدیلیو ں کے پیش نظر جناب چیئرمین مجھے اپنی اس سر زمین سے اس کے عوام پر ان کے جغرافیائی محل وقوع پر اور اس کے قدرتی خزانوں پر فخر ہے اور کہا گیا غلط نہیں کہا گیا جس طرف سے بھی ایسے لوگ موجود ہیں اس ملک میں تتر بتر پڑے ہیں ۔ ایک وہاں لٹکا ہے دوسرا وہاں لٹکا ہے ۔ ایسے ہیں جو ملک کو صحیح طرف لے جانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ پاکستان رہے گا اور اس سے زیادہ آباد اور خوشحال رہے گا جس طرح یہ ہے۔ اس کو پیش نظر رکھ کر آپ جرات سے کام لیں کتے سے نہ ڈریں جرأت سے کام لیں اور پالیسی بنائیں اور ہماری خارجہ پالیسی ڈر کی پالیسی ہے منافقت کی پالیسی ہے ۔ بے ادبی معاف اس وقت میں کسی پر الزام لگانے کے لئے نہیں کھڑا ہوا ہوں۔ دل سوزی سے کہتا ہوں کیونکہ

میں دنیا کے مقالے اور اخبارات اور تجزیئے پڑھتا ہوں، ملک کے بھی پڑھتا ہوں اور یہ جو کمیٹی میں گئے، وہاں ان سے بھی سنا ہے، وزیر خارجہ صاحب سے بھی سنا ہے کہ وہاں کیا ہوا اور کل کاسابلانکا میں کیا ہوا صرف یہ کہ (مسئلہ کشمیر) اجاگر کر دیا۔ اس طرف میں نہیں جانا چاہتا ۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہماری خارجہ پالیسی کی وجہ سے جو ہمارے دوست تھے وہ بھی یہ جرأت نہیں کر سکتے کہ ہمارے ساتھ کھل کر کھڑے ہو جائیں۔ یہ ہماری خارجہ پالیسی کی ناکامی کی دلیل ہے۔

سب سے پہلے کراچی کا مسئلہ، جناب چیئرمین! آپ جانتے ہیں، کیونکہ کراچی میں آپ ایک اعلیٰ عہدے پر رہے ہیں، گلی گلی، کوچے کوچے سے آپ واقف ہیں۔ پولیس کے اعلیٰ آفیسر ہونے کی وجہ سے آپ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ سیاسی مقام پر آ کر آپ کیا کر سکتے ہیں اور کیا نہیں کر سکتے۔ کراچی کا مسئلہ بھی اتنا سادہ نہیں ہے کہ کبھی عبداللہ شاہ صاحب، کبھی ہمارے لغاری صاحب اور کبھی ہماری بیگم صاحبہ وہاں جا کر آنکھ مچولی کریں ۔ آنکھ مچولی کا مسئلہ نہیں ہے ۔ اس سے بھی ملیں، اس سے بھی ملیں۔ یہ کہیں کہ اگر ایم کیو ایم ان تمام فسادات کی ذمہ دار نہیں ہے، دہشت گرد نہیں ہے تو میں ان سے بات کیوں کروں۔ یہ بھی کوئی دلیل ہے۔ بہر حال میں مختصر الفاظ میں کہہ دیتا ہوں کہ اس آنکھ مچولی سے وہ مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ اس کو نہایت سنجیدگی سے، مضبوط ارادے سے، وہاں کی قوتوں کو تسلیم کر کے، حقائق کو تسلیم کر کے حل کرنا ہو گا۔ سندھ، سندھیوں کا ہے، کوئی خوش ہو یا خفا ہو، سندھ سندھیوں کا ہے۔ لیکن مہاجر کہاں جائے گا اس کا کوئی جواب نکالے ۔ ہمارے ۲۵ ۔ ۲۰ لاکھ پختون کہاں جائیں گے بلوچ کہاں جائیں گے تو یہ ایسا پیچیدہ مسئلہ ہے۔

(مداخلت)

جناب محمد اجمل خان خٹک۔ بے ادبی معاف۔ آپ پنجابی جانتے ہیں کہ ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ کافی ہیں وہاں پر۔ خاص طور پر میانوالی کے بہت زیادہ ہیں۔

جناب محمد اجمل خان خٹک۔ بہر حال میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس نازک مسئلے پر جیسے ہماری اور بہت سے لوگوں کی تجویزیں ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ اس دن، جناب چیئرمین! میں گیا، تمام پختونوں کو وہاں جمع کیا اور انہیں کہا کہ یہ کراچی کا شہر آپ لوگوں کے خون اور پسینے سے بنا ہے، انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ میں نے کہا خون اور پسینہ دے کر اس شہر

کو گل و گلزار ' امن کا گہوارہ بنانا آپ لوگوں کی ذمہ داری ہے ۔ اس کے بعد کیا ہوا دوسرے دن پختونوں کی ایک آبادی میں پولیس نے بغیر سوچے سمجھے گولی چلائی۔ دو آدمی شہید ہوئے ۔ پھر اس کے بعد انہوں نے جلوس نکالا ۔ احتجاجی۔ ان پر بھی گولیاں چلائی گئیں۔ تو میں نے کہا' اور آج اس ہاؤس میں کہتا ہوں کہ ۲۵ لاکھ پختونوں کو' ان سے بھی کہا' پختونوں سے بھی اس معاملے میں کوئی ملوث نہ کرے کسی طرح بھی نہ کرے ۔ ہم نہیں کریں گے ۔ ہم امن کے سفید جھنڈے کے نیچے جائیں گے۔ کسی سے بھی جنگ و جدل میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ لیکن ہمیں ملوث نہ کیا جائے ورنہ یہ بہت خطرناک کھیل ہو گا

جناب عالی میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ کراچی کا مسئلہ آسانی سے حل ہو سکتا ہے ۔ میں نے بار بار کہا ہے کہ نہ کسی پارٹی کے کہنے پر ' نہ کسی حکومت کے کہنے پر یہ ہمارے گواہ موجود ہیں ۔ آپس میں پارلیمنٹ میں یہاں مشورہ کر کے ہم نے یہ تحریک شروع کی تا کہ ہم MQM کو ان کا مقام دلا کر سندھی بھائیوں کے ساتھ شیر و شکر بنا کر ملک کے سیاسی اور سماجی دھارے میں لے آئیں۔ ہم لے آنے تھے میرا دعویٰ ہے میرے پاس دستخط شدہ ڈاکومنٹ موجود ہے لیکن ہماری حکومت چلی گئی اور معاملہ دوسری طرف چلا گیا ۔ بہر حال وہ مسئلہ ان لوگوں کو بٹھا کر حل ہو سکتا ہے لیکن وہاں ہمیں ایک ڈر ہے ۔ وہی کتے والا ڈر ہے کہ کوئی ہے جو استعمال کر رہا ہے اس علاقے کو اور وہاں پر استعمال ہونے والے بھی ہیں اسلئے وہ خطرناک ترین مسئلہ بن گیا ہے ۔ اس کو جتنی توجہ کی ضرورت تھی اتنی توجہ نہیں دی گئی بلکہ صرف آنکھ مچولی کھیلی جا رہی ہے ۔ ایک دوسرا بہت خطرناک مسئلہ ہے ۔ ایک ملک ان کے اداروں پر قائم رہتا ہے اور بنیادی ادارے مقننہ ' عدلیہ ' انتظامیہ اور حکومتی مشینری جناب صدر صاحب بخوبی جانتے ہیں ۔ ایک ضلع کے ۱۲ لوگ مجھے ملے ۔ ایک ڈپٹی کمشنر آفریدی وہاں تھا اس نے ایک ممبر اسمبلی کی بات نہیں مانی تو اسے جناب صدر صاحب کے ذریعے سے منٹوں میں تبدیل کیا گیا اور اس تمام علاقے میں ڈی جی خان میں وہ تمام لوگ اس کے ساتھ سینکڑوں کے حساب سے جلوس میں نکل آئے ۔ یہ میں آپ کو بتاؤں کہ یہ عدلیہ کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے ۔ اب میں کچھ کہوں گا تو میرے بہت عزیز لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے کہ عدلیہ کے بارے میں کچھ نہ کہیں ۔ مگر اتنا تو ضرور کہوں کہ آیا ایک ایسا ہائی کورٹ کا جج نہیں ہے جس کے خلاف آج بھی اس ملک کی حکومتوں میں ریکارڈ پر لیاقت باغ کا مقدمہ درج ہے ۔ اس کے علاوہ یہ جو

عدلیہ بہت محترم ہے اس کی ترقیوں کے متعلق ہم کوشش کریں گے کہ پارلیمنٹ کے ذریعے ، سینٹ کے ذریعے اس کا تحفظ کریں لیکن جس طرح سے اس عدلیہ کو کچلا جا رہا ہے، اس کی تفصیل کی اس لئے ضرورت نہیں ہے کہ یہ سب میرے اس طرف کے بھائی اور اس طرف کے بھائی سب جانتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے تعلیم کے بارے میں ، صحت کے بارے میں اور دوسرے امور پر بہت کچھ کہا گیا اس لئے میں زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا ان چند الفاظ کے ساتھ آپ کا اور اس طرف کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ بہت مہربانی خنک صاحب ۔ جی فتح محمد خان صاحب۔

جناب فتح محمد خان۔ جناب آج کی خبروں کے اخبار میں میرے نام کی جگہ فضل محمد کا نام لکھا ہوا تھا ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ جی جناب نوٹ فرما لیں اور تصحیح فرما دیجئے گا۔ ان کا نام فتح محمد ہے ۔جی جناب سر تاج عزیز صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں ۔

جناب سرتاج عزیز۔ جناب پیشتر کہ آپ دوسرے مقرر کو بلائیں ۔ کل کے " نوائے وقت " کے مطابق نواز شریف صاحب اور اس کے علاوہ ان کے خاندان کے ۱۲ افراد کے باہر جانے پر پابندی لگا دی گئی ہے اور ان کا نام Exit Control List میں شامل کیا گیا ہے ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ کیا نواز شریف صاحب کے ؟

جناب سرتاج عزیز۔ نواز شریف صاحب کے باہر جانے پر پابندی لگادی گئی ہے اور ان سمیت ان کے خاندان کے بارہ دیگر افراد کے نام exit control list میں شامل کردیے گئے ہیں۔ یہ بہت ہی drastic step ہے۔ پیشتر اس کے کہ ہم ------

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ یہ ایک اخبار کی خبر ہے۔

جناب سرتاج عزیز۔ ہاں جی میں اس کی cutting آپ کو دے سکتا ہوں کہ آیا یہ رپورٹ صحیح ہے کہ نہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ ملک صاحب کچھ ارشاد فرمائیں گے آپ۔

Malik Muhammad Qasim: Sir, I want to point out one thing that

neither Mr. Nawaz Sharif nor his family or any member of this House.......... So, technically I object to this thing that it should not happen and it can not be raised in the Senate, but I would request Mr. Sartaj Aziz that the Interior Minister is not present today. He is on leave till the 29th, he couldn't be here tomorrow also. So, if this matter could be postponed and let us enquire, I at least don't know, I have read it in the press.

Mr. Deputy Chairman: No, I will request you, the Leader of the House and Law Minister and Khan Sahib also

تو دیکھ لیں اگر ہے تو تسی کر دیں۔

ملک محمد قاسم۔ نہیں آج تو

we can't answer tomorrow. When the Home Minister will return, we will answer.

(interruption)

Mr. Deputy Chairman: Mr. Sartaj Aziz Sahib, I have requested the Leader of the House and the Law Minister and the Dr. Sahib. All the three are learned and honourable members and the Minister Insha Allah, they will look into it and they will inform the House. Thank you very much.

جی جناب خان صاحب کون سا مسئلہ ہے۔

جناب محمد اجمل خان خٹک۔ یہ جو میاں صاحب کی---- اس میں مجھے کچھ ایسی چیزیں معلوم ہیں اور ہم اس طرف جا رہے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ذرا فضا کو تلخی کی بجائے نرمی کی طرف لے جائیں۔

(interruption)

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ میں نے دو محترم وزراء صاحبان اور ایک آپ کے ہاؤس کے جو لیڈر ہیں ان سے گزارش کر دی ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

Prof. N. D. Khan: Sir, let us respect the observation.

جناب ڈپٹی چیئرمین- مہربانی ہی- Next speaker would be from this side.

جام صاحب ہونگے۔ جام صاحب وقت بھی دیکھیں اذان ہونے والی ہے۔ It is up to the House

Mian Raza Rabbani: Sir, I was just suggesting that yesterday we also sat till about quarter to two, that would mean 20 minutes for Jam Sahib

تو اگر آج جام صاحب تقریر کریں۔

Mr. Deputy Chairman: It is the sense of the House. Honourable members are sitting on both side, if you agree, I have no objection at all

آپ شروع کریں جام صاحب۔ اذان جب ہوگی تو ... دیکھتے ہیں۔ I give the floor to Jam Sahib.

Jam Kararuddin: Thank you, Mr. Chairman, that you have given me the floor to dilate on a Presidential address which he made on 14th of November, 1994. On that day the Opposition came with a pre-planned programme to make a rowdyism to create a pandemonium which ....

Mr. Deputy Chairman: Please be attentive. I shall humbly request to everybody that Jam Sahib is on his legs and please listen to him. Thank you very much.

Jam Kararuddin: That sort of rowdyism and pandemonium that was created by the Opposition Leaders was unbecoming of the Parliamentarians. This sort of pandemonium at the time of Presidential Address on 14th of November, undoubtedly, undermined the sanctity, dignity and decorum of that sovereign House. That sort of pandemonium I have never seen in the Parliamentary history of any country throughout the world. Mr. Chairman, Sir, today they are talking of democratic culture, today they are talking of democracy, democratic institutions, but their behaviour, I say on their part, at that moment was very much lamentable

and they were fully prepared to personally---

(pause for Azan)

Mr. Deputy Chairman: Jam Sahib.

Jam Kararuddin: Sir, I was arguing that the Opposition parties behaved in the most irresponsible and undemocratic manner on that day. They were fully prepared to move towards the rostrum of the President to snatch the text of his speech and break the mike. This attitude on the part of the Opposition was absolutely lamentable and they should not have done so. The civilized method for them to lodge a protest, was to boycott the House on that day. You know Sir, the President of Pakistan has been elected through a very fair and impartial election. He has reached to this highest office of the country through a fair election. The President, being the Head of State is the symbol of the unity of Federation, therefore, he must be respected and regarded in high esteem by all and sundry in our country. Sir, I give congratulation to the President Farooq Ahmed Khan Leghari, that he seemed not to be ruffled in the least during the course of his speech and he completed his speech to the final word of the text of his speech with full confidence , though the House at that time was not a House at all of Parliamentarians but it was just like a battle ground. Sir, if we want to develop the democratic culture in our country then in that there are two personalities in the any country, in any democracy, one is the leader of the House and the other is the Leader of the Opposition. A Leader of the Opposition should play his due role within the parameters of the Constitution but he is not playing such a role.

I would like Mr. Bhinder on that day , I would have heard his expressions. He had quoted so many articles of the Constitution that this Government is

functioning not in accordance with the articles of the Constitution. He quoted a series of articles of the Constitution. May I ask him this question as to what they were doing with the Constitution when they were in power during Nawaz Sharif time. As a Leader of the Oppsition one should have a flexible mind. This sort of inflexibility and rigidity in the attitude as a Leader of the Opposition will neither pay him anything nor they can deliver any goods to the nation. Therefore, this inflexibility and rigidity should be completely shunted out in the interest of the democracy and in the interest of the nation as a whole. Mr. Nawaz Sharif had comfortable two thrid majority in the both Houses of the Parliament but what did he do. What Constitutional measures he took? What amendments he made in the Constitution? He could have easily made amendments in the Constitution particularly, he would easily scraped out Eighth Amendment when he had got two third majority in both the Houses but he was silent on that point also. Two third majority in both the Houses of Parliament plus there was a verdict of the Supreme Court in his favour and his government was restored by the Supreme Court. Even then he silently stepped down from the Government. If I would have been in his position, I would have taken firm stand not to step down but would have faced the consequences whatever may be. This particularly shows that he lacks a political vision and political acumen and the leader which lacks the political acumen can not deliver any goods to the nation.

The present government since it has been inducted, since it has been come into being , it has made several attempts to bring the Leader of the Opposition to negotiating table but always his response was in negative and not in positive. This shows also his bad omen for democracy and for the nation. Being a Leader he must believe in dialogue and negotiations. He does not believe in

dialogue and therefore he can not be called a truely democratic minded person. I would recall , Sir, that I want to show to you and to the House that the Government of Mohtarma Benazir Bhutto, first invited Mian Muhammad Nawaz Sharif. I have utmost regard for Mian Nawaz Sharif as a person, but as a Leader of the Opposition I have got a lot of difference with him. Mohtarma Benazir Bhutto invited him and said, "let us have the election of the President with the mutual consensus but he refused that offer also". Perhaps he has not learnt to roll with the punches. After being elected Sardar Farooq Ahmad Khan Leghari went to Lahore. He sent a message to Mr. Nawaz Sharif that I am coming to your residence to meet you. He refused to have a meeting with him. Secondly, Sir, Mohtarma Benazir Bhutto invited Mr. Nawaz Sharif to lead a delegation on Kashmir issue. He refused. Now Sir, if Nawaz Sharif had gone to United Nations with the delegation, I know, everybody knows, he would not have conquered the Kashmir but this would have given an impression to the entire world that Pakistan has got a unified stand on this vital issue of Kashmir.

At this time, at this moment , I will request you now to compare the attitude of Nawaz Sharif with that of Mohtarma Benazir Bhutto, when Mohtarama Benazir Bhutto was in Oppposition and Pakistan was being threatened to be declared as terrorist country and she rose above party politics and accepted the office of Foreign Relations Committee. From these comparision, the nation and you also will come to know that there is a lot of difference between the two, so far as the perceptions are concerned. Again Prime Minister offered Nawaz Sharif to accompany her to the oath taking ceremony of Dr. Nelson Mandela in South Africa. He refused that offer also. Sir that was, I feel, due to utter lack of his sense of history. There in South Africa it was not only the taking of oath ceremony of Dr.

Mandela but in fact it was the beginning of new era in South Africa and it was an historic occasion, where the world leaders had gathered to see the oath-taking ceremony and it was the end of the old autocratic regime and the victory of the people. He also refused that offer too. What I want to show to you and the House is that the present government of Mothanna Benazir Bhutto tried her best to reconcile the Opposition Leader but on each and every occassion there was no positive response from him. If they do not believe in dialogue and if they do not believe in negotiations with the government then how can the problems be resolved? How there can be concensus on national issues of Pakistan? In order to develop democratic culture, one has to develop his own character with good qualities, habits of accommodation, tolerance and mutual respect for each other. If we cultivate these goods qualities in our character then we can able to build the democratic culture in our country and we can run this country on the sound democratic lines and the democracy can flourish in our country like in other countries.

Now Sir, I will come to agriculture which is the main stay of our economy. Agriculture community is the poor community Sir. Agriculture community has no voice at all. It has been made target of negligence from all the governments. Agriculture community has no effective organization, agriculture community has not its own paper to highlight their grievances and bring them to the notice of the authorities and, therefore, nothing tangible has been done in this main social sector of Pakistan in which 70% people thrive on agriculture. Task Force Commission has been formed and I feel that if the Task Force Commission's Report is implemented in spirit and letter then something can be hoped. Sir, you will be surprised to know that 70% people are living on agriculture and 30% people are living in urban cities.

Due to fear of strikes and processions of the urban people the rural people are not been given the proper benefit, proper prices of their commodities that they produce. Say, the agriculture class which feed the people of Pakistan is completely neglected. You will be astonished Sir, to learn that we are now importing 200 million bales of cotton from Central Asian Repulicans countries ...... We are importing 258 million tons of wheat from Australia, Canada and Saudi Arabia. Sir, it will not be out of context to mention here that Saudi Arabia is a mountainous country which has no irrigation water but today, you will be suprised to know that Saudi Arabia is the fifth largest exporter in wheat but we have not learnt any lesson from Saudi Arabia how they have achieved self-sufficiency in food while we being the agricultural country, have the begging bowl in our hands and purchasing wheat from other cuntries. Now the imports of our agriculture is about 35 billion per annum. If 35 billion of rupees are given to our farmers in the shape of increased prices of their commodities that they produce then I think we can become self-sufficient in food and we can export so many things to earn foreign exchange also. I give you the details, Sir. Rs. 8 billion are being spent on wheat, Rs. 15.2 billion on edible oil, Rs 2 billion on sugar, Rs.5 billion on tea and coffee. Here, I will appeal to my nation to stop taking coffee and tea. One can live without these two things. We are spending Rs.5 billion on these two items, tea and coffee, per year, whereas, one can live easily without tea and coffee. If we save this enormous amount and we spend this amount in other social sector that will be beneficial to the country.

Mr. Deputy Chairman: Will you please speak more?

Jam Kararuddin: Yes Sir, we spend Rs.4 billion on wood and

wooden products and Rs.708 million on dry milk. This is a great burden on our national exchequer. Sir, if we will not have a pragmatic and sound economic agricultural policy then this amount can be doubled by the year 2000 and everybody knows that Paksitan is the lowest income country whose per capita income is 439 dollars which otherwise would have been 2000 dollars per annum.

The other point that I would like to emphasise, is that the electricity charges on tubewells should be waived to give incentives to farmers. There should be a proper management of distribution of water in all the channels throughout Pakistan. Because there are so many channels in the four Provinces of Pakistan which do not get water properly particularly the farmers at tail are always crying that they are not getting their due share of water because it is all beause of the corruption, Sir. Corruption is rampant in our country. It has been institutionalized and we have to wipe out this menace from our society if we want to make any progress in our country.

Now, Sir, I will draw the attention of Mr. Qureshi, our State Minister who has been also the Chairman of the Task Force Commission on Agriculture that he should try at his best to see that LBOD in Sindh must be completed as soon as possible. Because in the year 1992 or in this year, due to torrential rains vast areas of land are still under water and that water has not been drained out. There is no alternative arrangement to drain out that water to bring the land under plough. Therefore, I would request Mr. Shah Mahmood Qureshi that he should particularly give attention to this to complete the LBOD Left Bank Outfall Drain in Sindh and make another alternative arrangement for the drainage of water from every Province. If the water is not drained out then the land will not be brought under plough and it will not be fit for any cultivation. Therefore, this is the most important

80

thing that I would like to bring to the notice of Mr. Qureshi

Mr. Deputy Chairman: Jam Sahib, you have taken more time.

Jam Kararuddin: Sir, there are so many problems but I will try to be brief.

Now, Sir, connected with agriculture problem as our Senator Mr. Masood Kausar has already highlighted this issue of rate of growth in population. Sir, that is a time bomb which must be defused if you want to make our tomorrow, better tomorrow, if we want to make our tomorrow a prosperous tomorrow, if we want to expect our coming generation to live a happy life then this time bomb must be defused today not tomorrow because the rate of growth in our population is very alarming. Of course Mr. Masood did not mention the figures but I will here quote the figures.

Sir, 46 years back in the West Pakistan, today it is Pakistan, the population figure was only 32 million. Today, the population of this Pakistan which 45 years ago was known as West Paksitan, is 130 million. If this rate of growth was not checked, was not arrested then it can go upto 300 million by the year 2025 and there will be a lot of problems for the government to tackle with. Therefore, I will suggest to tackle the situation. The government should introduce population welfare as optional subject in the colleges and universities and there should be an arrangement for holding seminars, conferences to create awareness among the masses with regard to the problem of this higher rate of growth in population. Sir, you will be surprized to know that our rate of growth is 3.6 million per year which exceeds the total population of some of the countries, e.g., Jordan's population is 3.4 million, Lebnon's populaiton is 3.4 million, the population of Ireland and

Newzeland are 3.5 million but our growth rate exceeds their total population per annum. This is very explosive situation which must be controlled immediately. That all the national leaders belonging to any political party must pay attention as this is a very serious problem that has to be tackled on war footing. Sir, now I will come to Kashmir and nuclear issue.

Mr. Deputy Chairman: Jam Sahib, you have taken much more time
۱۔۲۵ پر آذان ہونی ہے اب دیکھیں کتنا ٹائم ہو گیا ہے۔ تو پلیز اس کو wind up کریں۔

Jam Kararuddin: Five minutes more, Sir.

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ پھر ایسا کرتے ہیں کہ آپ کو کل ٹائم دے دیتے ہیں کیونکہ کچھ لوگوں نے نماز بھی پڑھنی ہو گی، جماعت کھڑی ہونے والی ہے۔

Jam Kararuddin: Right, Sir, tomorrow I will start

جناب ڈپٹی چیئرمین۔ تو ٹھیک ہے کل آپ ٹائم لے لیں۔

So, the House is adjourned to meet again tomorrow, the 29th December, 1994 at 10-00 a.m.

[The House then adjourned to meet again at ten of the clock in the morning on Thursday the 29th December, 1994.]

PCPPI—4502(97) Senate—4-11-97—180.